تا خلافت کی بنا دُنیا میں ہو پھر اُستوار   لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تحریک خلافت پاکستان کا ترجمان

ہفت روزہ   لاہور

ندائے خلافت

بانی : اقتدار احمد مرحوم   یکم تا ۷ اکتوبر ۱۹۹۸ء   مدیر : حافظ عاکف سعید

زمین کا بدترین فساد!

حقیقت یہ ہے کہ زمین میں جو فساد بھی رونما ہوتا ہے اس کی اصل وجہ توحید کی حقیقت کے اعتراف سے اعراض اس فساد کا سبب ہے' زبانی اعتراف سے اعراض نہیں 'کیونکہ زبانی اعتراف کی کوئی قیمت نہیں' نہ قلب کے سلبی و منفی اعتراف سے اعراض اس کا سبب ہے 'کیونکہ اس اعتراف کے انسانی زندگی پر اثرات مرتب نہیں ہوتے' حقیقت کے اعتراف کا مطلب ہے عملی زندگی میں نمودار ہونے والے اس کے تمام اثرات کے ساتھ اعتراف!

حقیقت توحید کا اولین تقاضا اور لازمہ یہ ہے کہ ربوبیت میں توحید اختیار کی جائے اور اس کے نتیجہ میں عبودیت میں توحید کو اپنایا جائے کیونکہ اللہ کے سوا کسی کے لئے عبودیت نہیں' اللہ کے سوا کسی کے لئے اطاعت نہیں اور اللہ کے سوا کسی سے کچھ اخذ کرنا نہیں۔ عبودیت بھی صرف اللہ کے لئے ہونا چاہئے' اطاعت بھی صرف اللہ کے لئے ہونا چاہئے اور ہدایت بھی صرف اللہ سے اخذ کرنا چاہئے' قانون بھی' اقدار اور پیمانے بھی اور آداب و اخلاق بھی' اور وہ تمام چیزیں جن کا تعلق انسانی زندگی کے نظام سے ہے اسی سے اخذ کرنا ہیں۔ اگر ایسا نہ ہوا تو یا شرک ہو گا یا کفر' خواہ زبانوں سے توحید کا کتنا ہی اقرار ہو اور خواہ دل اس حقیقت کا کتنا ہی سلفی و منفی اعتراف کریں' ایسا اعتراف جس کے اثرات انسانوں کی عام زندگی میں سپردگی' اطاعت' احکام کی قبولیت اور اللہ کی دعوت پر لبیک کہنے کی شکل میں ظاہر نہ ہوں۔ اس پوری کائنات کا معاملہ اور اس کا حال اسی وقت درست ہو سکتا ہے جبکہ اس کا ایک ہی خدا ہو' جو اس کا نظم اور تدبیر امر کرتا ہو" اگر ان دونوں (زمین و آسمان) میں اللہ کے سوا اور خدا ہوتے تو زمین و آسمان فساد کی نذر ہو جاتے"۔ اور انسانوں کی نسبت سے الوہیت کی نمایاں ترین خصوصیت ہے' بندوں کو بندہ بنانا' ان کی زندگی کے سلسلے میں ان کے لئے قانون بنانا اور ان کیلئے پیمانے قائم کرنا۔ جو شخص ان امور میں سے کسی شے کا مدعی ہو' وہ گویا اپنی ذات کیلئے الوہیت کی نمایاں ترین خصوصیت کا مدعی تھے اور اس نے اللہ کے بجائے خود کو انسانوں کا خدا بنالیا۔

زمین میں سب سے عظیم فساد اسی وقت رونما ہوتا ہے جبکہ اس زمین میں بہت سے خدا بن جائیں' جبکہ انسان' انسانوں کو اپنا بندہ بنائیں' جبکہ بندوں میں سے کوئی بندہ اس بات کا دعویٰ کرے کہ اسے لذاتہ اطاعت کرانے کا حق ہے' اسے لذاتہ ان کے لئے قانون سازی کا حق ہے اور اسے لذاتہ ان کے لئے اقدار اور پیمانے وضع اور قائم کرنے کا حق ہے' یہ الوہیت ہی کا دعویٰ ہے' خواہ دعویٰ کرنے والا شخص فرعون کی طرح ﴿اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى﴾ "میں تمہارا بلند ترین رب ہوں" نہ کہے' اور اس کا اقرار اللہ کے ساتھ شرک یا کفر ہے اور یہی زمین کا بدترین فساد ہے۔ (سید قطب شہید کی تفسیر "فی ظلال القرآن" سے ایک اقتباس)

شمارہ : 38   قیمت : 3 روپے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ادار یہ

حافظ عاکف سعید

ایران۔ افغانستان کشیدگی ــــ لمحۂ فکریہ!

پاکستان کے پڑوس میں واقع دو برادر اسلامی ملکوں ایران اور افغانستان کے مابین کشیدگی گزشتہ کم و بیش دو ہفتوں سے خطرے کے آخری نشان کو چھو رہی ہے۔ افغان سرحد پر ایرانی افواج کی مسلسل نقل و حرکت اور جنگی مشقوں پر مستزاد ایرانی حکومت کے غیر مصالحانہ دھمکی آمیز رویّے کو دیکھتے ہوئے صورتحال کی سنگینی کا اندازہ لگانا چنداں مشکل نہیں۔ یہ صورتحال دنیا بھر کے دردمند مسلمانوں اور امت کے بہی خواہوں کے لئے فطری طور پر نہایت تشویش اور اضطراب کا باعث تو ہے ہی، اہل پاکستان کے لئے بالخصوص یہ معاملہ غیر معمولی اہمیت کا حامل اور گہرے غور و فکر کا متقاضی بھی ہے۔ اس لئے کہ جغرافیائی قرب رکھنے والے برادر ہمسایہ ملک ہونے کے ناطے ایران اور افغانستان کے مابین جنگ چھڑنے کی صورت میں پاکستان بھی بگڑی ہوئی صورتحال سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہے گا، بلاواسطہ یا بالواسطہ طور پر اس کے منفی اثرات لازمی طور پر پاکستان پر بھی مترتب ہوں گے۔ اعاذنا اللہ من ذلک

اللہ تعالیٰ مسبب الاسباب ہے۔ وہ اس پر قادر ہے کہ بظاہر شر کے پردے سے بھی حقیقی خیر کو ظاہر فرما دے۔ یہ امر واقعہ ہے کہ افغانستان میں سالہا سال پر محیط خانہ جنگی کے بعد کہ جو روسی جارحیت سے قبل بھی وہاں کسی نہ کسی صورت میں جاری تھی اور روس کے افغانستان سے نکل جانے کے بعد بھی جس کی شدت میں کمی آنے کی بجائے مزید اضافہ ہوا، اب خدا خدا کر کے امن قائم ہوا تھا اور وہاں نہ صرف یہ کہ ایک ٹھیٹھ اسلامی ریاست کے قیام کی صورت بننے لگی تھی بلکہ پان اسلام ازم کے اس خواب کے شرمندۂ تعبیر ہونے کے امکانات بھی، جو کبھی حکیم الامت علامہ اقبال نے دیکھا تھا، ظاہر ہونے لگے تھے کہ

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کیلئے نیل کے ساحل سے لے کر تابخاک کاشغر

لیکن ایران افغانستان کشیدگی کے باعث پیدا ہونے والی صورتحال کے نتیجے میں وہ خواب ایک بار پھر دھندلانے لگا ہے ــــ توقع تو یہ تھی کہ افغانستان میں طالبان کی حکومت کے استحکام پذیر ہونے سے پاکستان، افغانستان اور ایران پر مشتمل ایک مضبوط مسلم بلاک وجود میں آ جائے گا جو نیو ورلڈ آرڈر اور یہود و ہنود کے گٹھ جوڑ کے مقابلے میں ایک ناقابل شکست چٹان کا کام دے گا۔ اس بات کا قوی امکان بھی موجود تھا کہ حال ہی میں آزاد ہونے والی وسط ایشیائی ریاستیں بھی بتدریج اس بلاک کا حصہ بن جائیں گی لیکن سردست امیدوں کے یہ روشن چراغ ایک بار پھر ٹمٹماتے دِلوں میں تبدیل ہو گئے ہیں۔ تاہم ہمیں اللہ کی رحمت سے قوی امید ہے کہ موجودہ صورتحال زیادہ دیر تک برقرار نہیں رہے گی اور "ہوتا ہے جادہ پیما پھر کارواں ہمارا" کے مصداق امت کے اتحاد اور اسلام کے احیاء کی جانب اس سفر کا از سرِنو آغاز ہو جائے گا۔

داخلی طور پر مستحکم اور حجم میں بڑے ہونے کے ناطے ایران پر اس معاملے میں زیادہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ سفارت کاروں کے قتل کے معاملے میں اس امکان کو خارج از بحث قرار نہیں دیا جا سکتا کہ کچھ غلطیاں طالبان حکومت سے بھی سرزد ہوئی ہوں لیکن اس حقیقت سے کون انکار کر سکتا ہے کہ طالبان حکومت مسلسل ہنگامی حالات اور خانہ جنگی کے باعث شدید دباؤ کا شکار ہے اور اسے اس بات کا الاؤنس دیا جانا چاہئے، لیکن ایرانی حکومت کے درشت رویّے کی ہرگز تائید نہیں کی جا سکتی ــــ تاہم ایران سے موصول ہونے والی یہ خبر نہایت خوش آئند ہے کہ ایرانی پارلیمنٹ نے اپنی حکومت کو افغانستان پر حملے کی اجازت نہیں دی ــــ ایران کو یہ بات نہیں بھولنی چاہئے کہ اس وقت وہ اسلامی کانفرنس (او آئی سی) کا چیئرمین بھی ہے۔ وہ اگر یہ سمجھتا ہے کہ افغانستان کی طالبان حکومت نے سفارتکاروں کے ضمن میں ان کے ساتھ کوئی زیادتی کی ہے تو یکطرفہ طور پر افغانستان کے خلاف کوئی اقدام کرنے کی بجائے اسے چاہئے کہ او آئی سی کا اجلاس طلب کرے اور اپنا مقدمہ اس فورم پر پیش کرے۔

اس ضمن میں مسلم امہ میں شامل دیگر اسلامی ملک بالخصوص سعودی عرب کو قرآن حکیم کے واضح حکم کی رو سے دونوں متحارب ممالک میں مصالحت کے لئے اپنا مثبت کردار ضرور ادا کرنا چاہئے۔ افغانستان کی طالبان حکومت کو تسلیم کرنے کے باوجود سعودی حکومت کا وہاں سے اپنے سفیر کو واپس بلانا ناقابل فہم ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ سعودی حکومت اپنے طرز عمل پر نظر ثانی کرتے ہوئے مصالحت کے ضمن میں اپنا وہ مثبت کردار ادا کرے جس کی اس سے توقع کی جاتی ہے۔

قرآن فہمی بذریعہ کمپیوٹر

امیر تنظیم اسلامی **ڈاکٹر اسرار احمد**

کی آواز میں ترجمہ قرآن اور دروس پر مشتمل

دو کمپیوٹر CD تیار کر لی گئی ہیں

ترجمہ قرآن CD

قرآن مجید کا مکمل ترجمہ اور مختصر تشریح جامع متن قرآن

دورانیہ: 108 گھنٹے تعارفی قیمت: 175 روپے

الہدیٰ CD

مطالعہ قرآن حکیم کے منتخب نصاب کے 44 دروس کی CD

دورانیہ: 44 گھنٹے تعارفی قیمت: 175 روپے

پیشکش: شعبہ سمع و بصر مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

قرآن اکیڈمی 36۔کے ماڈل ٹاؤن لاہور

فون: 3۔5869501 فیکس: 5834000

Email : aasif@brain.net.pk.

www.tanzeem.org.pk.

یہود و نصاریٰ کا موجودہ گٹھ جوڑ ایک نئی صورتحال کی عکاسی کر رہا ہے!

میاں نواز شریف کی جانب سے سی ٹی بی ٹی پر دستخط کے فیصلے کو موخر کرنے کا اعلان خوش آئند ہے

حضورؐ کے اختیار کردہ مشن کی تکمیل کے لئے تمام صلاحیتیں اور قوتیں صرف کرنا محبت خداوندی کا لازمی تقاضا ہے

ایک مثالی' اسلامی' فلاحی' جمہوری ریاست ہی درحقیقت نظامِ خلافت کی نمائندہ ہو گی

ایران اور افغانستان کو اپنے باہمی اختلافات بات چیت کے ذریعے حل کرنے چاہئیں

مسجد دارالسلام باغ جناح لاہور میں امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ کے ۲۵ ستمبر ۹۸ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

(مرتب : نعیم اختر عدنان)

حمد و ثناء' تلاوت آیات اور ادعیۂ ماثورہ کے بعد فرمایا :

میں نے ۱۱/ ستمبر کے خطاب جمعہ میں سورۂ مائدہ کی تین آیت (۵۱ تا ۵۳) پر تفصیلاً اظہار خیال کیا تھا۔ ان آیات میں مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ یہود و نصاریٰ کو اپنا دوست نہ بنائیں' یہ ایک دوسرے کے دوست اور حمایتی ہیں۔ حالانکہ نزول قرآن کے زمانے میں یہود و نصاریٰ ایک دوسرے کے دوست نہیں دشمن تھے۔ چنانچہ یہ ایک پیشین گوئی تھی جو آج ایک حقیقت کا روپ دھار چکی ہے۔ یہود و نصاریٰ کا موجودہ گٹھ جوڑ ایک نئی صورتحال کی عکاسی کر رہا ہے۔ گزشتہ چار سو سال سے یہود نے مختلف النوع سازشوں اور حیلوں بہانوں سے پوری عیسائی دنیا کو اپنے شکنجے میں جکڑ رکھا ہے۔ یہ بات اس صدی کے آغاز تک صرف یورپ تک محدود تھی یعنی "فرنگ کی رگ جاں پنجہ یہود میں ہے"۔ لیکن آج اس حقیقت نے یورپ سے آگے بڑھ کر امریکہ کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے چنانچہ امریکہ کی تمام تر پالیسیاں یہود کے زیر اثر تشکیل پاتی ہیں۔ موجودہ صورتحال میں آیت ۵۲ ہمارے لئے خصوصی طور پر توجہ کی متقاضی ہے۔ فرمایا گیا : ﴿فَتَرَى الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يُّسَارِعُوْنَ فِيْهِمْ يَقُوْلُوْنَ نَخْشٰى اَنْ تُصِيْبَنَا دَآئِرَةٌ﴾ قرآن مجید کے ان الفاظ میں مسلم ممالک پر استعماری طاقتوں کی براہ راست غلامی کے خاتمے کے بعد آج کے حکمران طبقات کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔ فرمایا جن لوگوں کے دلوں میں نفاق کا مرض ہے وہ یہود و نصاریٰ کے ساتھ خود کو وابستہ و پیوستہ رکھنے کے لئے ایک دوسرے سے بازی لے جانے کی کوششوں میں مصروف کار نظر آتے ہیں۔ مغربی دنیا کا قرب اور خوشنودی حاصل کرنے کے لئے ان کی مدد اور سہارا تلاش کرنے میں ایک دوسرے سے بڑھ کر سرگرم عمل ہیں۔ جس دور میں متذکرہ بالا آیات نازل ہو رہی تھیں' اس وقت دنیا کی عظیم

منبر و محراب

ترین اسلامی تحریک برپا ہو رہی تھی جس کی قیادت محمد رسول اللہ ﷺ فرما رہے تھے' جبکہ موجود الوقت صورت دور نبویؐ کے بالکل برعکس ہے۔ آج پورے عالم اسلام میں احیائی تحریکیں غلبۂ اسلام کی جدوجہد میں مصروف عمل ہیں مگر انہیں ابھی کسی جگہ پر کامیابی حاصل نہیں ہو سکی۔ اگرچہ ایران اور افغانستان میں اس حوالے سے کسی قدر پیش رفت ہوئی ہے مگر اس کے باوجود یہ کامیابی اور کامرانی ابھی ناقص و ناتمام ہے ؎

یہ داغ داغ اُجالا' یہ شب گزیدہ سحر
کہ انتظار تھا جس کا یہ وہ سحر تو نہیں

سوال یہ ہے کہ وہ منزل کب آئے گی کہ دنیا کے کم از کم ایک قابل ذکر مسلمان ملک میں مثالی' اسلامی' فلاحی' جمہوری ریاست قائم ہو! میرے نزدیک ان تین اوصاف کی حامل ریاست ہی درحقیقت "نظام خلافت" کی نمائندہ ہو گی۔

پہلا وصف اس ریاست کا اسلامی ہونا ہے۔ جس سے مراد قرآن و سنت کی مکمل اور غیر مشروط بالادستی کا نفاذ ہے۔ دوسرا وصف یہ کہ وہ ریاست جمہوری ہو یعنی حکومت کے عزل و نصب میں عوام کی رائے کو فیصلہ کن دخل حاصل ہو گویا "اَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ" کے قرآنی اصول پر عمل ہو۔ پھر یہ کہ ایسی ریاست فلاحی ریاست ہو' جس میں عوام کی فلاح و بہبود کے جملہ تقاضے پورے کئے جائیں۔ کوئی انسان کسی دوسرے انسان کا معاشی لحاظ سے محتاج نہ رہے۔ گویا ایسی ریاست ہر شہری کی بنیادی انسانی ضروریات کی فراہمی کی ذمہ دار ہو۔ ان اوصاف کی حامل ریاست ہی آئیڈیل اور مثالی ریاست کہلا سکتی ہے کہ جس کو دیکھ کر دنیا لپکے گی کہ یہی وہ نظام ہے جس کی ہمیں تلاش تھی۔ چنانچہ اسلامی ریاست کے قیام کے ساتھ ہی تمام مسلم ممالک کی الگ "مسلم اقوام متحدہ" تشکیل دی جائے۔ اس لئے کہ بقول اقبال اس وقت "امة واحدة" کئی مسلم اقوام میں منقسم ہے۔ پوری امت کا تو ایک ہی امام ہونا چاہئے۔ علامہ اقبال نے ۱۹۲۸ء میں مسلمان اقوام کی "کامن ویلتھ" کے قیام کی تجویز دی تھی لیکن ۷۰ سال کا عرصہ بیت جانے کے بعد بھی یہ مقصد ابھی تک "چلے چلو کہ منزل ابھی نہیں آئی" کے مصداق ناتمام ہے۔ اس ضمن میں پیش رفت کے لئے مثالی اسلامی' جمہوری اور فلاحی ریاست کا قیام لازم ہے' جس کے قیام کا امکان صرف اور صرف پاکستان ہی میں ہے۔ اگر ایسا ہو گیا تو پھر لازماً عالم اسلام اپنا "قبلہ" درست سمت میں تبدیل کرے گا اور رفتہ رفتہ مسلم اقوام اتحاد کی جانب گامزن ہو جائیں گی۔ تاہم بحالات موجودہ اصل ضرورت اس بات کی ہے کہ اصل اسلامی قیادت ابھر کر سامنے آئے جس کے

ہاتھوں مکمل اور ہمہ گیر اسلامی انقلاب برپا ہو سکے۔ اس اسلامی قیادت کے ابتدائی مراحل طے کرنے کے لئے "نرسری" کے طور پر تنظیم اسلامی اور انجمن خدام القرآن کے ادارے کام کر رہے ہیں۔ ہمارا اصل ہدف انہی اوصاف کی حامل اسلامی قیادت کی فراہمی ہونا چاہئے۔ اس لئے کہ اس کے بغیر نہ صرف مطلوبہ منزل سر نہیں ہو سکتی بلکہ شیطان کے لئے موقع ہو گا کہ وہ ماضی کی طرح اسلامی تحریک کو عجلت پسندی کے حوالے سے کسی غلط رخ پر ڈال کر غلبۂ اسلام کی راہ وقتی طور پر مسدود کر دے۔

حقیقی اسلامی قیادت کے اوصاف کی وضاحت سورۃ المائدہ کی اگلی تین آیات (۵۴ تا ۵۶) میں بڑی جامعیت کے ساتھ آگئی ہے۔ اس سلسلے کا پہلا ناگزیر وصف "یُحِبُّهُمْ وَیُحِبُّوْنَهٗ" ہے یعنی اللہ تعالیٰ ان سے محبت کرے گا اور وہ اللہ سے محبت کریں گے۔ سوال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کن اوصاف کے حامل اہل ایمان سے محبت کرتا ہے؟ سورۂ صف میں فرمایا گیا "بے شک اللہ تو ان لوگوں سے محبت کرتا ہے جو اس کی راہ میں صفیں باندھ کر سیسہ پلائی دیوار کی طرح جنگ کرتے ہیں"۔ اسی طرح سورۂ آل عمران میں فرمایا "اگر تم اللہ سے محبت کرنا چاہتے ہو تو میری پیروی کرو، تو اللہ تم سے محبت کرنے لگے گا"۔ حضورؐ کے اختیار کردہ مشن کو اپنی زندگی کا نصب العین قرار دے کر اس کے لئے تمام صلاحیتیں اور توانائیاں صرف کر دینا، محبت خداوندی کے حصول کے لئے ضروری ہے۔ اس لئے کہ حضورؐ کی زندگی کا ایک ایک لمحہ اللہ کے دین کی دعوت اور اقامت دین کی جدوجہد میں گزرا۔ اس اسوہ کی پیروی کرنے ہی سے اتباع کا تقاضا پورا ہو سکتا ہے۔ سورۂ آل عمران کی مذکورہ بالا آیت میں پہلے بندے کی اللہ سے محبت کا ذکر ہے اور بعد میں نتیجے کے طور پر اللہ کی بندے سے محبت کا تذکرہ ہے مگر زیر بحث آیت میں اللہ کی محبت کا ذکر مقدم ہے۔ حدیث نبویؐ میں مذکور ہے کہ اللہ جس شخص سے محبت کرتا ہے، اس کے بارے میں جبرئیلؑ سے فرما دیتا ہے کہ اس امر کا اعلان کر دیا جائے، پھر ایسے شخص کی محبت لوگوں کے دلوں میں ڈال دی جاتی ہے اور یوں وہ لوگوں کا محبوب بن جاتا ہے۔ اس طرح وہ جسے چاہتا ہے اپنا بنا لیتا ہے۔ بقول شاعر ؎

اس نے اپنا بنا کے چھوڑ دیا
کیا اسیری ہے کیا رہائی ہے

گویا اللہ تعالیٰ اپنے اہل ایمان بندوں کو پہلے اپنا گرویدہ بناتا ہے اور پھر اس کے نتیجے میں انسان اس سے محبت کرنے لگتا ہے۔ یہاں غور طلب بات یہ ہے کہ محبت کا اصل معیار کیا ہے؟ ایک تصور تو یہ ہے کہ ؎

جی چاہتا ہے پھر وہی فرصت کے چار دن
بیٹھے رہیں تصور جاناں کئے ہوئے

بندے کی ایک نسبت 'نسبت ولایت' ہے جو صوفیاء کرام کا موضوع ہے، جبکہ دوسری نسبت 'نسبت رسالت' ہے۔ اس وقت دین پوری دنیا میں عملاً کہیں نافذ العمل نہیں ہے، لہٰذا اقامت دین کی جدوجہد کو فرض عین کی حیثیت حاصل ہے مگر ہماری عظیم اکثریت اسے اضافی نیکی کا کام قرار دے کر خود کو اس سے بری الذمہ قرار دے چکی ہے۔ سورۂ توبہ میں اس حوالے سے وضاحت سے فرمایا گیا ہے کہ "اے نبیؐ آپ لوگوں کو بتا دیجئے کہ اگر تمہیں اپنے والدین، اپنی اولاد، اپنے بھائی بند، اپنی بیویاں، اپنے رشتہ دار، اپنے اموال اور اپنے وہ کاروبار جن کے ماند پڑنے کا تمہیں ہر وقت اندیشہ رہتا ہے اور اپنے عالی شان اور وسیع و عریض مکانات، زیادہ محبوب ہیں اللہ سے، اس کے رسولؐ سے اور اس کے راستے میں جہاد کرنے سے، تو پھر انتظار کرو، اللہ ایسے نافرمانوں کو ہدایت نہیں دیتا"۔ گویا ان آٹھ چیزوں کی محبت جن کا تعلق مال و دولت دنیا اور رشتہ و پیوند سے ہے، اگر اللہ تعالیٰ کی محبت، اس کے رسول کی محبت اور اس کی راہ میں جہاد کی محبت سے بڑھ گئی ہے تو پھر خسارہ ہی خسارہ ہے ـــ اللہ اور اس کے رسولؐ سے محبت کرنے کا معیار کیا ہے؟ اللہ کی محبت کا تقاضا اس کے دین کو قائم کرنے کے لئے سر دھڑ کی بازی لگا دینا ہے، جبکہ اللہ کے رسولؐ کی محبت کا تقاضا آپؐ کے مقصد بعثت کی تکمیل میں خود کو وقف کر دینا ہے۔ اسی طرح کا معاملہ جہاد کا بھی ہے کہ غلبہ و اقامت دین کی جدوجہد میں جان اور مال قربان کرنے سے دریغ نہ کیا جائے۔

اسلامی قیادت کا دوسرا وصف یہاں ان الفاظ میں بیان ہوا: "اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ" یعنی اہل ایمان کے لئے رحیم و شفیق ہوں جبکہ کافروں کے لئے سخت اور بھاری، اقبال نے اسی مفہوم کو یوں بیان کیا

ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
رزم حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن

سورۃ الفتح میں اسے ﴿اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ﴾ سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔ کفار سے مراد وہ سب لوگ ہیں جو غلبۂ دین کے راستے میں مزاحمت کریں، روڑے اٹکائیں اور اللہ کے راستے کو مسدود کرنے میں عملاً حصہ لے رہے ہوں، ان کے لئے کسی طور پر بھی کسی نرمی کا معاملہ نہیں ہونا چاہئے۔

آگے فرمایا گیا ﴿يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ﴾ یہی اسلامی قیادت کا تیسرا وصف یہ ہے کہ وہ اللہ کی راہ میں جہاد کریں اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کو خاطر میں نہ لائیں۔ دعوت، تنظیم، تربیت اور صبر محض کے مراحل کو طے کرنے کے بعد ہی قتال کا مرحلہ آتا ہے۔ لیکن اگر مطلوبہ تربیت ہی نہیں ہوئی تو کچھ حاصل نہیں ہو گا، اسلامی انقلاب برپا نہیں ہو گا۔ راہ حق میں جدوجہد کرنے والوں کے مخالفین میں ایک طبقہ تو کھلم کھلا کفار اور دشمنان اسلام کا ہوتا ہے، یہاں ان کا ذکر مراد نہیں ہے بلکہ یہاں "اپنے قریبی دوستوں اور رشتہ داروں" کا تذکرہ ہے جو مخالفت نہیں بلکہ "ملامت" کا انداز اختیار کرتے ہیں۔ فیض احمد فیض نے بہت خوبصورت طریقے سے اس کی نقشہ کشی کی ہے ؎

اس راہ میں جو سب پہ گزرتی ہے سو گزری
تنہا پس زنداں، کبھی رسوا سر بازار
اور
چھوٹی نہیں اپنوں سے کوئی طرز ملامت
چھوڑا نہیں غیروں نے کوئی ناوک دشنام

بیان کردہ اوصاف کے حاملین اہل ایمان کے بارے میں فرمایا گیا کہ "ایسے ہی لوگوں پر اللہ کا فضل و کرم ہے" گویا ؎ "ہر مدعی کے واسطے دار و رسن کہاں"۔

اگلی آیت میں فرمایا گیا ﴿اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ﴾ تمہارا ولی، تمہارا پشت پناہ، تمہارا دوست تو اللہ ہے اور اس کا رسولؐ ہے اور وہ اہل ایمان بھی تمہارے دوست اور ساتھی ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں اور اس طور سے زکوٰۃ ادا کرتے کہ جھکے ہوتے ہیں" یعنی صدقہ و خیرات دیتے وقت عاجزی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ اس لئے کہ صدقہ و خیرات کے سب سے بڑھ کر مستحق وہ لوگ ہیں جنہوں نے خود کو اللہ کے دین کے لئے "وقف" کر دیا ہو۔ ایسے لوگوں کے پاس اپنی ناگزیر معاشی ضروریات کے حصول کے لئے بھی وقت نہیں بچتا۔ جو لوگ اللہ کے دین کی خدمت میں ہمہ وقت مصروف ہوں، ان پر مال خرچ کرنا اصل انفاق ہے۔ ایسے خوددار لوگ کسی کے سامنے دست سوال تو دراز نہیں کریں گے۔ لہٰذا ایسے لوگوں کی معاشی کفالت میں مدد فراہم کرنا انفاق کا صحیح ترین مصرف ہے۔ ایسے لوگ اگر کسی کا مالی تعاون قبول کر لیں تو بھی انفاق کرنے والے کو مدد قبول کرنے والے کا ممنون ہونا چاہئے۔

خلاصہ کلام یہ کہ ایک صحیح معنوں میں اسلامی ریاست کی تیاری آسان کام نہیں ہے بلکہ اس کے لئے جاں گسل محنت اور مسلسل جدوجہد کی ضرورت ہے۔ اس حوالے سے اسلامی قیادت کے اوصاف کو مزید واضح کیا جائے تو یہ ایسے لوگ ہوتے ہیں جن کے سینے کو اللہ اسلام کے لئے کھول دیتا ہے یعنی ایسے لوگوں کے پیش نظر ہدف بالکل واضح ہونا چاہئے۔ یہ ہدف ایک مثالی، اسلامی جمہوری اور فلاحی ریاست کا قیام ہے۔ جس کا آئیڈیل نمونہ نظام

(باقی صفحہ ۱۵ پر)

ہماری معیشت اور آئی ایم ایف

مرزا ایوب بیگ' لاہور

اخباری اطلاعات کے مطابق حکومت پاکستان نے قسطوں کی ادائیگی اور معیشت کی بحالی کے لئے بین الاقوامی اداروں سے جو معاشی امداد کی درخواست کی ہے آئی ایم ایف نے اس امداد کے عوض کڑی شرائط پیش کی ہیں جن میں بجلی کے نرخ میں چالیس فیصد اضافہ' روپے کی قیمت میں دس فیصد کمی اور جنرل سیلز ٹیکس کو ساڑھے بارہ فیصد سے بڑھا کر پندرہ فیصد تک کرنا خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ اگر ہم اپنی معیشت کی تاریخ کا جائزہ لیں تو ہمیں معلوم ہو گا کہ بین الاقوامی اداروں سے قرض لینے کا سلسلہ تقریباً چالیس سال قبل شروع ہوا تھا لیکن گزشتہ دس سالوں میں ہم نے جو قرضے حاصل کئے وہ پہلے تیس سالوں کے مجموعی قرضوں سے تین گنا زیادہ تھے اور یہ بھی ایک عیاں حقیقت ہے کہ قرضہ کبھی ہماری معیشت کو سنبھالا نہ دے سکا بلکہ جوں جوں ہم قرض حاصل کرتے گئے توں توں معیشت کی حالت بد تر سے بد تر ہوتی چلی گئی۔ ماہرین اقتصادیات ملک کی معاشی صورتحال اکنامکس کی اصطلاحات میں اور اعداد و شمار کی زبان میں بیان کرتے ہیں جس سے پڑھے لکھے افراد تو کچھ نہ کچھ مستفید ہو جاتے ہیں لیکن ملک کے عام شہری کے پلے کچھ نہیں پڑتا اور وہ کچھ جان نہیں سکتا کہ کیا اچھا ہوا ہے اور کیا برا' کس حاکم کی پالیسیاں کامیاب رہیں اور کس کی ناکام۔ ہم قارئین ندائے خلافت کی خدمت میں ایک عام اور سادہ سا فارمولا پیش کرتے ہیں تاکہ وہ پرکھ سکیں کہ ہمارے حاکم ہم سے کیا کرتے رہے ہیں۔

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ دنیا میں ہر جگہ مہنگائی ہوئی ہے۔ ظاہر ہے ساٹھ کی دہائی میں امریکہ میں اشیاء کے جو نرخ تھے وہ آج نہیں ہو سکتے۔ اشیاء کی قدر میں اضافہ ہوا ہے جبکہ کرنسی کی قدر میں کمی ہوئی ہے۔ اس کی ظاہری اور عام فہم وجہ مجموعی پیداوار میں اضافہ کی نسبت آبادی میں بہت زیادہ اضافہ ہے۔ لیکن دو ممالک کے مابین کرنسی کے مقابلے میں کرنسی کی قیمت کی کمی بیشی کا تعلق ان کی اقتصادی پالیسیوں' سرمایہ کاروں کی حکمت عملی' کارکنوں کی دیکھ بھال اور جواباً کارکنوں کی پیداوار میں اضافہ کے لئے محنت' سرکاری اہلکاروں میں دیانت' اندرون ملک محاصل کی وصولی کے نظام اور ملک میں سیاسی استحکام اور امن و امان کے قیام سے ہے۔ فرض کرلیں کہ ان دو ممالک کو قدرتی وسائل بھی تقریباً ایک جیسے دستیاب ہیں اور جغرافیائی صورتحال سے بھی آمدنی کے ذرائع یا اخراجات میں بھی کوئی بہت بڑا فرق نہیں۔ اب پاکستانی کرنسی کا تقابل کریں دنیا کے تمام ممالک کی کرنسی کے

تجزیہ

ساتھ تو جو صورتحال سامنے آئے گی وہ یہ ہے کہ گزشتہ ۴۰ سال میں گنتی کے چند ممالک کے چھوڑ کر باقی تمام ممالک سے ہماری کرنسی کی قدر بہت زیادہ کم ہوئی ہے اور کمی کے اس تناسب میں بڑا فرق واقع ہوا ہے۔ ڈالر جو آج ۶۰ روپے کے قریب ہے ساٹھ کی دہائی سے پہلے اس کی قیمت کبھی ساڑھے چار روپے سے زائد نہیں ہوئی تھی۔ پاؤنڈ جو آج ایک سو روپے کے قریب ہے اس وقت تقریباً نو روپے کا تھا۔ اسی طرح ڈوش مارک جو آج تیس روپے سے زائد ہے اس وقت بمشکل ڈھائی روپے کا تھا۔ اس وقت ہماری کرنسی کی قدر بھارت سے بہتر تھی آج کہیں بد تر ہے۔ اس سادہ سے تجزیئے سے یہ ثابت ہوا کہ ہماری موجودہ حکومت اور سابقہ حکومتوں کی اقتصادی پالیسیاں ناقص تھیں' غیر ملکی قرضوں کا استعمال غلط ہوا' بھاری کمیشن لئے گئے' سرمایہ کاروں کی درست رہنمائی نہیں کی گئی' اقتصادی پالیسیاں قرض خواہ ممالک کی خواہشات کے مطابق ترتیب دی گئیں' سرکاری اہلکاروں کی اکثریت بددیانت تھی' ملک میں ٹیکس کلچر رواج نہ پا سکا' ملک میں سیاسی استحکام نہیں تھا اور امن و امان کی صورتحال اچھی نہ تھی۔ قدرتی وسائل کی دستیابی کے حوالہ سے اگر چند ممالک سے ہم پیچھے تھے تو اکثر ممالک کی نسبت ہم قدرتی وسائل زیادہ رکھتے تھے۔ ایک قابل ذکر بات یہ ہے کہ معیشت کا گراف تسلسل اور تدریج کے ساتھ زوال پذیر رہا اور کسی دور میں بھی عارضی طور پر بھی صورتحال بہتر نہیں ہوئی اور ہمارا حال ہمارے ماضی سے ہمیشہ بد تر رہا۔ کرنسی کی قدر کے حوالہ سے دیکھیں ڈالر کا جو ریٹ آج ہے' بے نظیر کے دور میں بھی نہیں تھا۔ بے نظیر کے دور میں جو ریٹ تھے وہ نواز شریف کے گزشتہ دور میں نہیں تھے' ایوب خان کے دور تک پہنچ جایئے محسوس ہو گا کہ ہر گزشتہ دور ہر موجودہ دور سے بہتر تھا۔ اس معاشی انحطاط کی وہ تمام وجوہات یقیناً تھیں جن کا ذکر اوپر کیا گیا ہے لیکن قرضہ حاصل کرنے کے لئے بین الاقوامی مالیاتی اداروں کی شرائط کو من و عن تسلیم کرلینا اور ان کی ڈکٹیشن لینا سب سے اہم اور سب سے بڑی وجہ تھی۔ اس تاریخی پس منظر میں آئی ایم ایف کی شرائط کو قرضہ حاصل کرنے کے لئے جزوی طور پر یا کلی طور پر تسلیم کرلینا خودکشی کے مترادف ہو گا۔ ہمیں کہا جاتا ہے کہ اپنی وصولیاں بڑھانے کے لئے بجلی کے نرخ زیادہ کرو' برآمدات بڑھانے کے لئے کرنسی کی قیمت میں کمی کرو وغیرہ وغیرہ لیکن ہوتا یہ ہے کہ بجلی کے نرخ بڑھانے سے اس کی چوری میں اضافہ ہوتا ہے' استعمال میں کمی آتی ہے۔ بجلی کی قیمت میں اضافے سے ہر قسم کی اشیاء' جن میں اشیائے صرف بھی شامل ہیں' ان کی قیمتوں میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ بعض فیکٹریاں جو یہ بوجھ برداشت نہیں کر سکتیں بند ہو جاتی ہیں جس کے نتیجہ میں مہنگائی ہوتی ہے اور بیروزگاری پھیلتی ہے جس سے سیاسی عدم استحکام بھی ہوتا ہے اور امن و امان کا قیام بھی نہیں ہو پاتا۔ کرنسی کی قیمت کم کرنے سے آج تک ہماری برآمدات میں اضافہ نہیں ہوا بلکہ الٹا کمی واقع ہو جاتی ہے۔ اس لئے کہ خام مال خصوصاً درآمد ہونے والا خام مال مہنگا ہو جاتا ہے۔ بجلی کے مہنگے ہونے سے لاگت میں اضافہ ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے ہم اوپن مارکیٹ میں مقابلہ نہیں کر سکتے۔ جنرل سیلز ٹیکس میں اضافہ بھی مہنگائی میں اضافہ کرے گا۔ حکومت کو احساس ہونا چاہئے کہ روز روز کی اس مہنگائی نے عوام کے ناک میں دم کر رکھا ہے' قرضہ حاصل کرنے

کے لئے آئی ایم ایف کی شرائط چاہے کچھ ردوبدل کے ساتھ منظور کرلی گئیں تو بھی اونٹ کی کمر پر یہ تنکا بہت بھاری ثابت ہوگا۔ عوام سیاست دانوں اور ان کی روز روز کی قلابازیوں سے تنگ آچکے ہیں۔ ایسانہ ہو کہ جس خونی انقلاب کی باتیں عوامی تقریروں اور نجی محفلوں میں ہوتی رہتی ہیں۔ ہم حقیقتاً اس کی طرف دھکیلے جائیں۔ عوام لیڈروں کی زبان سے ایثار اور قربانی کی تکرار سے تنگ آچکے ہیں اور ان کے لئے یہ الفاظ اپنے معنی کھو چکے ہیں۔ کیونکہ لیڈروں کے اپنے قول اور عمل میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ ہماری حکومت ڈیفالٹر ہونے سے بڑی خوفزدہ ہے۔ ہمارے اقتصادی دانشور بھی ڈیفالٹر ہونے سے بچنے کے نت نئے طریقے بتا رہے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ اگر ڈیفالٹر ہونے سے بچنے کے لئے سود پر قرضہ حاصل کرنا ناگزیر ہے تو اس سے آنے والے وقت میں سود اور قرضہ کی قسط کی ادائیگی کا جو اضافی بوجھ پڑے گا' ہماری ڈگمگاتی ہوئی معیشت اس کو کس طرح برداشت کرے گی؟ اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلے گا کہ آنے والے وقت میں انتہائی ذلت آمیز طریقہ سے ڈیفالٹر قرار دیئے جائیں گے اور اگر اس وقت ہم نے اس رسوائی سے بچنے کے لئے اقتصادی طور پر زندہ رہنے کے لئے خدانخواستہ اپنی ایٹمی صلاحیت کا سودا کرلیا تو اقتصادی لحاظ سے ہی نہیں سیاسی اور جغرافیائی لحاظ سے بھی اپنا وجود قائم رکھ سکنا انتہائی دشوار بلکہ ناممکن ہو جائے گا۔ لہٰذا ہمارے پاس بچ نکلنے کا صرف اور صرف ایک راستہ ہے وہ یہ کہ فوری طور پر ڈیفالٹر ہونے کے خطرہ سے بے پرواہ ہو کر قرض کے دھندے کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم کرکے بین الاقوامی اداروں سے ان کے اصل زر کی واپسی کے لئے مہلت حاصل کرنے کی کوشش کی جائے اور ملکی مفادات کے مطابق اقتصادی پالیسیاں طے کرکے اپنے محدود وسائل پر انحصار کرتے ہوئے معاشی استحکام کے لئے کوشاں ہو جائیں وگرنہ قرضوں کے گرداب سے ہم کبھی صحیح سلامت باہر نہیں نکل سکیں گے۔

فکر اقبال کے وارث اور شارح ڈاکٹر محمد رفیع الدین مرحوم
کی فکر انگیز تصنیف "Manifesto of Islam" کا اردو ترجمہ

منشورِ اسلام

کے نام سے کتابی صورت میں شائع ہو گیا ہے

مترجم : ڈاکٹر ابصار احمد

صفحات [illegible]، نفیس کتابت، سفید دبیز کاغذ، دیدہ زیب ٹائٹل، مضبوط جلد

قیمت صرف/ [illegible] روپے

شائع کردہ : مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن، ۳۶۔کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور

ہمارا مطالبہ ہماری اپیل
دستورِ خلافت کی تکمیل

<u>خبرنامہ امارت اسلامی افغانستان</u>

طالبان کے خلاف عالمی سازش ابتدائی مرحلہ میں کچل دی گئی

جہاں ایک طرف لشکر محمدی طالبان کے جیالے داخلی فتنوں کی سرکوبی کے لئے باغیوں سے برسرپیکار ہیں دوسری طرف انہیں پورے عالم کی خارجی سازشوں کا سامنا بھی ہے۔ اسلام دشمنوں کی یہ سازشیں کبھی پروپیگنڈوں کی شکل میں ہوتی ہیں تو کبھی امارت اسلامیہ میں اندرونی طور پر خطرناک تخریبی منصوبوں پر مشتمل۔ حال ہی میں طالبان کے خلاف بھی ایک ایسی ہی بھیانک سازش کا انکشاف ہوا جو نصرت الٰہیہ سے ابتدائی مراحل میں ہی کچل دی گئی۔ انتہائی معتبر ذرائع نے طالبان کی اعلیٰ قیادت کو امریکہ' یورپ اور ایران کے گٹھ جوڑ سے طالبان کے خلاف کی جانے والی ایک طویل ہولناک سازش کی خفیہ رپورٹ پیش کی۔ امارت اسلامیہ نے معاملہ کی نزاکت کے پیش نظر خفیہ اہلکاروں کو چوکس کردیا اور زبردست تفتیشی مہم شروع کردی جس کے نتیجے میں نصرت الٰہیہ سے بالکل ابتدائی مرحلے میں اس سازش کو عملی جامہ پہنانے والے پچیس کمیونسٹ جنرل اور مزید تیس سازشی عناصر گرفتار کرکے سازش کچل ڈالی اور ظاہری اسباب کے لحاظ سے یہ امید کی جاتی ہے کہ یہ سازش آئندہ کبھی سر نہیں اٹھا سکے گی۔ تفتیش کے دوران کمیونسٹ جنرلوں نے اس بات کا اعتراف کیا کہ اس عالمی سازش میں امریکہ' ایران اور بعض اہم یورپی ممالک کا تعاون شامل تھا تاہم وہ سازش کیا تھی اور گرفتار شدگان جنرل و سازشی عناصر کون ہیں اس بارے میں طالبان ذرائع نے ملک و ملت کے وسیع مفاد کے پیش نظر کسی قسم کی تفصیلات بتانے سے قطعاً انکار کر دیا ہے۔ تفتیش جاری ہے اور آئندہ دنوں میں ان شاء اللہ بہت سے سربستہ راز سامنے آئیں گے۔

بامیان کی مرکزی جامع مسجد میں پہلی بار اذان کے بعد باجماعت نماز ادا کی گئی

بامیان شہر میں مسلمانوں کے تمام مساجد اور مدارس بند کردیئے گئے تھے خصوصاً مرکزی جامع مسجد میں مسلمانوں کو نماز پڑھنے کی قطعاً اجازت نہیں تھی نہ اس میں اذان ہوتی تھی۔ حزب وحدت مرکزی جامع مسجد کو بیک وقت ایک ثقافتی مرکز اور سینما ہال کے طور پر استعمال کرتی تھی اور مختلف فحش تقریبات اسی مسجد میں ہوتی تھیں حتیٰ کہ وی سی آر چلا کر عیاشی و فحاشی کی محفلیں بھی مسجد میں ہی لگتی تھیں۔ دیواروں پر خمینی' مزاری اور خلیلی کی تصاویر آویزاں تھیں نیز سینما سکرین بھی ایک جگہ نصب تھی۔ طالبان نے بامیان فتح کیا تو مسجد میں موجود قدرتی چشمے کے پانی سے مسجد کو خوب دھو کر پاک کیا اور پہلی بار اذان کے بعد نماز باجماعت ادا کی گئی۔ ضرب مومن کے نمائندہ کے مطابق اس جامع مسجد کے اردگرد کی اکثر آبادی سنی مسلمانوں پر مشتمل تھی مگر حزب وحدت نے ان کے گھروں کو مسمار اور دکانوں کو تباہ و برباد کردیا' جن کے کھنڈرات حزب وحدت کی بربریت کا منہ بولتا ثبوت پیش کر رہے ہیں۔

رفاہی ادارے امریکہ و دیگر کفار کے لئے کام کر رہے ہیں

قندھار کے گورنر ملا محمد حسن رحمانی نے اپنے ایک بیان میں کہا ہے کہ آج کیوں ہر جگہ مسلمانوں پر حملے ہیں ہر جگہ کفار مسلمانوں پر مظالم ڈھا رہے ہیں اس کی وجہ مسلمانوں کی اسلامی احکام بالخصوص جہاد سے دوری اور کفار کی غلامی ہے۔ انہوں نے کہا کہ بدقسمتی سے آج اسلامی ممالک کے حکمرانوں کو بھی اسلامی نظام سے الرجی ہے اور بعض حکمران منظم طور پر کفر کی اشاعت میں اور ناپاک عزائم کی تکمیل کے لئے سرگرم عمل ہیں۔ انہوں نے کہا کہ مضبوط عزائم اور قوی ارادہ اخلاص و صداقت کے بغیر کفار کا مقابلہ ناممکن ہے اس وقت اسلام دشمن قوتیں انسانی حقوق کے نام سے اسلام کو پامال اور کفر کو تقویت دے رہی ہیں۔ کفار کا مقابلہ طیاروں' ٹینکوں' میزائلوں اور فوجوں سے نہیں بلکہ تقویٰ' جہاد اور عقائد کی بنیاد پر کیا جا سکتا ہے ان کی غلط عادات اور رسومات کو آج ہی دفن کرنا چاہئے ورنہ کل ان کا مقابلہ آسان نہیں ہوگا۔

بامیان : ایران خورد

ضرب مومن کے نمائندے کے مطابق بامیان شہر میں داخل ہوتے ہی یہ احساس ہوتا ہے کہ "ایران خورد" فتح ہو گیا ہے۔ ایک طرف یہاں کے گلی کوچوں' دفاتر اور مکانوں پر خمینی کی لاتعداد تصاویر ایرانی گلی کوچوں کا منظر پیش کرتی ہیں۔ بعض جگہ مزاری کے مجسمے بھی تھے جنہیں طالبان نے گرا دیا۔ دوسری طرف ایران نے اپنی پروردہ حزب وحدت کے لئے اس کثرت سے امدادی سامان فراہم کیا ہے کہ دیکھنے والے کو بامیان پر ایرانی شہر ہونے کا گمان ہونے لگتا ہے کہ ہر جگہ ایرانی کتب و اخبارات کے انبار ہیں۔ ادویات خورد و نوش کی جملہ اشیاء کپڑے جوتے حتیٰ کہ ٹائلٹ پیپر سے لے کر اسلحہ تک ہر چیز ایرانی ہے جس پر جمہوری اسلامی ایران یا پاسداران انقلاب ایران کی مہر لگی ہوئی ہے۔

(بحوالہ ضرب مومن' ۲۵ ستمبر تا یکم اکتوبر ۱۹۹۸ء)

ہمارے مسائل کا واحد حل : نظام خلافت

—— حافظ محمد مشتاق ربانی' گوجرانوالہ ——

آزادی ایک ایسا پھول ہے جس کی خوشبو سے خوددار قومیں مہکتی ہیں۔ آزادی کسی بھی قوم کی شناخت ہوتی ہے' اس سے قوموں کی شان و شوکت کا پتہ چلتا ہے۔ غلام قومیں اپنا تشخص کھو دیتی ہیں اور وہی قومیں نشوونما پاتی ہیں جو بہادر' خوددار' آزاد اور اپنے نظریے کی پاسدار ہوتی ہیں۔ آزادی سے مراد علیحدہ مملکت کا حصول ہی نہیں بلکہ نظریاتی' سیاسی' اقتصادی اور معاشرتی سطح پر آزاد ہونا ہے جس میں معاشرے کے افراد کو عزت و وقار کے ساتھ حقوق کا تحفظ حاصل ہو اور وہ امن و سکون سے زندگی بسر کر سکیں۔ معمار وطن پاکستان نے بجا فرمایا تھا کہ

"آزادی کا مطلب بے لگام ہو جانا نہیں' اس کے ہرگز یہ معنی نہیں ہیں کہ آپ جو رویہ چاہیں اختیار کریں اور جو جی میں آئے کر گزریں' یہ سوچے بغیر کہ ملک کے لوگوں کی بھلائی کس بات میں ہے"۔

ہمیں آزادی کے سر پر خاک نہیں ڈالنی چاہئے کیونکہ تقریباً پورا عالم اسلام "ذلیل قوم" سے مار کھا رہا ہے' کشمیری مسلمان مظالم اور فلسطینی چیخ و پکار کی بھٹی سے گزر رہے ہیں' پاکستان اقتصادی پابندیوں کی وجہ سے شدید مشکلات کا شکار ہے' بھارت نے پاکستان پر تہذیبی و تمدنی حملہ کر رکھا ہے' عوام مہنگائی اور ظلم و استحصال کی چکی میں پس رہے ہیں اور کراچی میں جہنم کے شعلے بلند ہو رہے ہیں۔

اسلام کو پاکستان میں داخل ہونے سے روکنے کے لئے حکمران چوکیدار بنے بیٹھے ہیں' امن و سکون نام کی کوئی چیز نہیں' ہم قرض اور بھیک مانگنے والی قوم بن چکے ہیں اور ان حالات میں ہم جشن آزادی منانے چلے۔ لیکن اے ارباب اقتدار! غور سے سن لو کہ ہمیں ایسی خوشی اور جشن ہرگز قبول نہیں جبکہ اسلام "اجنبی" ہو چکا ہو۔ ہم نے پچاس سالوں میں ہدایت کی بجائے گمراہی کو خریدا اور اس تجارت میں ہمیں کچھ فائدہ نہ ہوا اور نہ ہی ہم منتخب کئے ہوئے ہدف کو حاصل کر سکے۔ ہم نے اپنے رب کی بندگی کو چھوڑ کر دنیوی ساز و سامان کو معبود بنا لیا۔ ارباب اقتدار' شاہی اصطبل اور بڑے بڑے فارم بنانے میں مشغول ہو گئے۔ مقتدر طبقہ اپنے گھروں کو قلعوں میں تبدیل کرنے میں مصروف ہو گیا تاکہ ناسازگار حالات کا سیلاب ان کا کچھ نہ بگاڑ سکے۔ عوام کو تو دو وقت کی روٹی بھی میسر نہیں' ان کے بچوں کو تعلیم کیا علاج تک کی سہولت حاصل نہیں لیکن گنتی کے چند خاندانوں نے ملک کو اپنی جاگیر سمجھا اور مزارعوں کو اپنا غلام بنا لیا۔

قیام پاکستان کے فوراً بعد جاگیردار ملک پر قابض ہو گئے اور بیوروکریسی کو ساتھ ملا کر دین اور ملک و قوم کے خلاف کھیل شروع کر دیا گیا جس کی وجہ سے آج ہم متعدد اخلاقی' سیاسی اور تہذیبی کمزوریوں کی زد میں ہیں۔ لمحہ فکریہ یہ ہے کہ قیام پاکستان کو آدھی صدی بیت چکی ہے لیکن ہم اپنی منزل کو حاصل نہ کر سکے۔ منزل پر پہنچنا مشکل کام نہ تھا۔ ہر دور کے حکمران ہی اس راہ میں رکاوٹ بنتے رہے ہیں۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ حکمران ذاتی تحفظات کے لئے ہر طرح کے قوانین کی تنفیذ کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں مگر تنفیذ شریعت کے ضمن میں لیت و لعل سے کام لیا جا رہا ہے۔

ماہ اگست اس اعتبار سے اہمیت کا حامل ہے کہ اس میں دنیا کے نقشے پر مدینہ النبی کے بعد دوسری ایسی ریاست کا ظہور ہوا جو اسلام کے نام پر قائم ہوئی' جس کے قیام میں لاکھوں افراد نے شہادت کا پیالہ نوش کیا۔ لاکھوں بچے زندگیوں سے محروم کر دیئے گئے' عزتیں تار تار ہوئیں اور پورا برعظیم ہندوپاک لالہ زار بنا' تب علامہ اقبال کا خواب قائداعظم کی شب و روز کی محنت سے حقیقت بنا۔ لیکن ان گنت قربانیوں کے باوجود اب تک ہم قیام پاکستان کے حقیقی مقاصد کے حصول میں بری طرح ناکام رہے ہیں جس پر رب کائنات کے سامنے ہماری گردن شرمندگی کے احساس سے جھک جانی چاہئے' ہمیں اللہ کے حضور توبہ استغفار کرنی چاہئے اور تنفیذ شریعت کی جدوجہد کو تیز کرنا چاہئے تاکہ خدا کے غضب سے محفوظ رہیں اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہئے کہ اس نے ابھی تک ہمیں مہلت عطا کی ہوئی ہے۔

ابھی ہوئی نہیں تکمیل خواب آزادی
بجھی بجھی سی ہے قندیل خواب آزادی

قیام پاکستان کے وقت لوگوں کے جذبات تازہ تھے۔ چنانچہ تنفیذ اسلام کے لئے حالات نہایت سازگار تھے لیکن ہم نے اپنی کوتاہی سے مناسب موقع ضائع کر دیا جس کے نتیجہ میں مغربی تہذیب نے پنجے گاڑ لئے' اختلافات اور تعصبات نے جنم لینا شروع کیا اور دشمن کو پروپیگنڈہ کرنے کا موقع مل گیا' مذہبی قوتیں کمزور پڑ گئیں' اسلام کا نظام اجتماعی آنکھوں سے اوجھل ہو گیا اور غیر اسلامی نظریات نے جنم لینا شروع کر دیا۔ ہم قیام پاکستان کے وقت ہی نظام خلافت نافذ کر دیتے تو پاکستان پوری دنیا میں اسلامی نظام کا نمونہ بن جاتا۔ لیکن ہم نے یہ موقع کھو دیا اور اب صورت حال یہ ہے کہ

قفس میں چین نہیں' اڑنا تیری بربادی
نہ راس قید ہے اور نہ آزادی

اس وقت پاکستان شدید معاشی مشکلات کا شکار ہے۔ ان مشکلات سے نکلنے کے لئے سیاستدان' علماء' دانشور اور دیگر اہل فکر و نظر حل تجویز کر رہے ہیں۔ کوئی تعلیم پر خصوصی توجہ دینے پر زور دیتا ہے' کوئی حکومت کا قبلہ درست کرنا چاہتا ہے' کوئی اقتصادی پالیسیوں پر نظرثانی پر زور دے رہا ہے اور کوئی چہرے بدلنے پر اصرار کرتا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ جس نے ہمیں یہ ملک عطا کیا وہی مشکلات و مسائل کا حقیقی حل بتا سکتا ہے۔ اس کے نزدیک تو بھنور سے کشتی نکالنے کا صرف ایک ذریعہ ہے اور وہ یہ ہے کہ یہاں نظام خلافت قائم کیا جائے۔ اس لئے کہ ہم نے اس تعالیٰ سے یہی عہد کیا تھا اور اس کا وعدہ ہے کہ اگر تم وعدہ پورا کرو گے تو میں بھی پورا کروں گا۔ چنانچہ اگر اس ملک کی سلامتی عزیز ہے تو فوری طور پر یہاں نظام خلافت نافذ کرنا ہو گا۔

ہمارے حکمرانوں کو یاد رہنا چاہئے کہ تاریخ انسانی میں عاد و ثمود' قوم شعیب اور قوم فرعون جیسی طاقتور قومیں گزر چکی ہیں لیکن وہ اللہ کی نافرمانی کی وجہ سے عذاب استیصال کا شکار ہو گئیں۔ یہ وہ قومیں تھیں جو مال و دولت اور طاقت میں بھی بے مثل رہی ہیں لیکن ان کی طاقت اور دولت اللہ کے سامنے جواب دے گئیں۔ اگر آج کے دور میں روس جیسی عظیم طاقت ٹکڑے ٹکڑے ہو سکتی ہے تو ان کے مقابلے میں ہماری کیا حیثیت ہے۔ اگر ہم نے یہاں نظام خلافت نافذ نہ کیا تو ہمارا بھی یہی حشر ہو گا۔ اللہ ہمیں ایسے انجام سے بچائے۔ آمین

○ ایک مسلمان کی انفرادی و اجتماعی ذمہ داریاں کون کونسی ہیں؟
○ دعوت و تبلیغ اور غلبہ دین کی جدوجہد اضافی نیکی کے کام ہیں یا بنیادی فرائض میں شامل ہیں؟

ان موضوعات پر ایک مختصر لیکن نہایت جامع کتابچہ

دینی فرائض کا جامع تصور

از : **ڈاکٹر اسرار احمد**' امیر تنظیم اسلامی

مجلد کمپیوٹرائزڈ' صفحات 40' قیمت : اشاعت خاص 10 روپے' اشاعت عام 6 روپے

شائع کردہ : مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن
قرآن اکیڈمی 36۔کے' ماڈل ٹاؤن لاہور

رفیق تنظیم' ناظم بیت المال راولپنڈی کینٹ جناب محمد ارزم بھٹی صاحب کی ٹانگ ایک حادثے میں ٹوٹ گئی ہے رفقاء و احباب سے ان کی صحت کیلئے دعا کی درخواست ہے۔

آئینِ نو سے ڈرنا' طرزِ کہن پہ اڑنا!

—— ابن صالح ——

اگر آپ کبھی کھیل کے میدان میں شامل رہے ہیں تو وہ لمحے آپ کی زندگی کے یادگار لمحات شمار ہوں گے جب آپ کی ٹیم نے بہترین ٹیم ورک کا مظاہرہ کرتے ہوئے کامیابی حاصل کی تھی یا کسی ہنگامی صورت حال میں کچھ لوگوں نے غیر معمولی طور پر ایک دوسرے کا ساتھ دیا تھا' کسی شخص کی جان بچائی تھی یا کسی بہت بڑے حادثے کو وقوع پذیر ہونے سے روک دیا تھا۔ لیکن لوگوں کی اکثریت ذاتی طور پر ایسے تجربات سے ساری زندگی نابلد ہی رہتی ہے حالانکہ کچھ لوگ اگر ایک کام کر سکتے ہیں تو وہی کام دوسرے لوگ بھی کر سکتے ہیں۔ یا ایک کام اگر ایک بار ہو سکتا ہے تو بار بار بھی ہو سکتا ہے۔ گویا انسانی زندگی کا یہ ایک بہت بڑا المیہ اور ضیاع ہے کہ قدرت کی عطا کردہ بہت ساری صلاحیتیں کام میں آنے کی بجائے رائیگاں چلی جاتی ہیں۔ اس کی ایک بہت بڑی وجہ یہ ہے کہ لوگوں کی اکثریت محض بھیڑ چال کا شکار ہوتی ہے ۔ "چلو تم اُدھر کو ہوا ہو جدھر کی"! لوگ نیا راستہ تلاش کرنے سے گھبراتے ہیں کیونکہ انجانے راستے اختیار کرنا خطرے سے خالی نہیں ہوتا۔

آپ کے تعلقات یا سپورٹس مین سپرٹ کو کس طرح دھچکا پہنچتا ہے؟ مثال کے طور پر چھٹیوں کا موقع ہے اور خاوند' بیوی بچوں کو کہیں سیر کے لئے لے جانا چاہتا ہے وہ سال بھر اس کے لئے منصوبہ بندی کرتا رہا ہے' بچے بڑی بے تابی سے سیر کے پروگرام کا انتظار کر رہے ہیں مگر بیوی چاہتی ہے کہ یہ وقت اپنی بیمار ماں کے پاس گزارے جسے ملنے کے لئے اسے پورا سال فرصت نصیب نہیں ہو سکی۔ اس کے بارے میں میاں بیوی کے درمیان ہونے والی گفتگو سے اندازہ کر سکتے ہیں کہ بظاہر یہ معمولی اختلاف آپس کے تعلقات میں کس قدر زہر گھولنے کا باعث بن سکتا ہے۔

خاوند: ساری تیاری ہو چکی ہے بچے انتظار کر رہے ہیں ہمیں یہ پروگرام منسوخ نہیں کرنا چاہئے۔

بیوی: دیکھیں زندگی کا کچھ بھروسہ نہیں اگر اب بھی میں اپنی ماں کو دیکھنے نہ گئی تو مجھے زندگی بھر افسوس رہے گا۔

خاوند: سال بھر کے بعد ایک ہی تو موقع ہوتا ہے جب چھٹیاں ہوتی ہیں' اتنے دن بچے نانی اماں کے سرہانے بیٹھ کر کیا کریں گے' الٹا دوسروں کو پریشان کریں گے اور پھر تمہاری ماں ایسی کوئی تشویش ناک حالت میں بھی نہیں ہے' مزید یہ کہ تمہاری بہن قریب ہی رہتی ہے۔ آسانی سے خبر گیری کر سکتی ہے۔

بیوی: میں بھی تو اس کی بیٹی ہوں' میرا بھی کچھ فرض بنتا ہے۔

خاوند: آپ روزانہ فون کر کے خیریت دریافت کر سکتی ہیں ویسے بھی عید پر تو ہمیں وہاں جانا ہی ہے۔

بیوی: عید کو ابھی کئی مہینے پڑے ہیں' بیمار آدمی کا کیا ہوتا ہے اس وقت تک زندہ بھی رہے یا نہیں۔ اس کے علاوہ وہ کئی بار میرا پوچھ چکی ہیں۔

خاوند: اچھی بھلی اس کی دیکھ بھال ہو رہی ہے اب سال میں ایک پروگرام بنا ہے تو تمہیں ماں یاد آ گئی ہے۔

بیوی: ماں سیر سے زیادہ اہم ہے۔

خاوند: شادی کے بعد خاوند اور بچوں کا ماں سے زیادہ حق ہوتا ہے۔

آپ نے دیکھا مسئلہ حل ہونے کی بجائے بگڑتا جا رہا ہے۔ اگر بیوی ماں کے ہاں چلی جاتی ہے اور خاوند بچوں کو لے کر سیر کو نکل جاتا ہے تب بھی دلوں کے اندر ایک میل تو آ گیا اور ایسے میں بچے سیر سے خاک لطف اندوز ہوں گے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ دونوں میں سے کوئی ایک بار مان لے اور دونوں مل کر کسی ایک پروگرام پر عمل کر لیں۔ مگر ہو گا کیا' اگر شوہر نے بیوی کی بات "مان" کر سیر کا پروگرام منسوخ کر دیا تو وہ شعوری یا غیر شعوری طور پر اپنی بات سچ ثابت کرنے کے لئے موقع بے موقع تو کہتا رہے گا کہ میں نہ کہتا تھا کہ یہ ہو جائے گا' وہ ہو جائے گا' دیکھا ہم نے سارا وقت برباد کر دیا وغیرہ۔ اگر بیوی نے شوہر کی بات مان لی اور اس دوران (خدانخواستہ) اس کی ماں کو کچھ ہو گیا تو اس کا سارا وبال شوہر پر آئے گا اور اس کی ساری زندگی اجیرن ہو کر رہ جائے گی۔ ہم اکثر و بیشتر اپنے مسائل اسی طرح "حل" کرتے ہیں اور آپس کے اچھے بھلے تعلقات کا ستیاناس کر لیتے ہیں۔ ہماری ساری توانائی' علم اور تجربہ صرف اپنا اپنا نقطہ نظر صحیح ثابت کرنے پر صرف ہو جاتا ہے تاکہ "میں" کامیاب سمجھا جاؤں' حالانکہ اس میں کسی کی جیت نہیں ہوتی' صرف ہار ہوتی ہے۔

اللہ نے انسان کو اشرف المخلوقات پیدا کیا ہے یہ المیہ نہیں تو اور کیا ہے کہ اس اشرف المخلوقات کو اتنے بڑے آسمان تلے اپنے روزمرہ کے مسائل کا بھی کوئی حل نہیں سوجھتا۔ وجہ یہ ہے کہ ہم اسی زمین کے ہو کر رہ جاتے ہیں' اُوپر اٹھتے ہی نہیں' ہمارا کوئی اعلیٰ نصب العین اور بلند تخیل نہیں ہوتا جس کی وجہ سے ہم چھوٹی چھوٹی باتوں میں الجھ کر رہ جاتے ہیں۔ مذکورہ بالا مسئلے میں اگر شوہر اور بیوی کو یہ احساس ہو کہ انہیں مل جل کر کسی اعلیٰ مقصد کے حصول کے لئے کام کرنا ہے تو دونوں پہلے ہی مرحلے میں بے بسی کی تصویر پیش نہ کریں اس کی بجائے "درمیانی" راستہ تلاش کرنے کی کوشش کریں۔ مراد یہ نہیں کہ مفاہمت اختیار کر لیں بلکہ کوئی اطمینان بخش حل تلاش کریں مگر یہ اسی صورت میں ہو گا کہ انہیں ایک دوسرے پر اعتماد ہو۔ شوہر کو بیوی کے جذبات کا احساس ہو اور بیوی کو شوہر اور بچوں کی خوشی عزیز ہو۔ ایک اکیلا اور دو گیارہ ہوتے ہیں دونوں مل کر جو پروگرام وضع کریں گے وہ ان کے اپنے الگ الگ پروگراموں کے مقابلے میں زیادہ اطمینان بخش ہو گا۔ مثال کے طور پر سیر کے لئے جس جگہ کا انتخاب کیا گیا ہے اس کی بجائے کسی ایسی جگہ پر غور کیا جا سکتا ہے جہاں سے کچھ وقت نکال کر ساتھ ہی بیمار خاتون کی تیمارداری بھی ہو سکتی ہو۔ یا چھٹیاں گزارنے کے بعد شوہر کچھ دنوں کے لئے بچوں کو سنبھالنے کی ذمہ داری لے اور بیوی کو اس کی والدہ کے پاس جانے کے لئے فارغ کر دے۔ ہم جو توانائی اور وقت اپنی باتیں منوانے پر صرف کرتے ہیں اگر کسی ٹھوس کام میں لگائیں تو زندگی میں نمایاں تبدیلی لا سکتے ہیں؟ مگر اس کے لئے ہمیں اپنا زاویہ نگاہ بدلنا پڑتا ہے' جو ہم پر بہت بھاری گزرتا ہے۔

سانحۂ ارتحال

ماہنامہ "میثاق" کے معزز رکن ادارۂ تحریر اور ہمارے قابل احترام بزرگ' شیخ جمیل الرحمٰن کے صاحبزادے میاں خالد جمیل کا گزشتہ ماہ قضائے الٰہی سے انتقال ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم کچھ عرصہ سے عارضۂ قلب میں مبتلا تھے۔ اللہ سے دعا ہے کہ وہ مرحوم کی خطاؤں سے درگزر فرماتے ہوئے انہیں اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل سے نوازے' بالخصوص محترم شیخ جمیل الرحمٰن کو صبر و ہمت کے ساتھ اس صدمے کو جھیلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا رب العالمین۔ (ادارہ)

اسلام نے مجھے روشن خیالی اور پاکیزہ زندگی دی

ایک امریکی کرسچین عورت کے قبول اسلام کی داستان

ترجمہ : سید عرفان علی

میرا نام تھیمائز کروز ہے۔ اگر کوئی مجھ سے دریافت کرے کہ میں نے کب اسلام قبول کیا تو میرا جواب ہوگا کہ میں مسلمان ہی پیدا ہوئی' لیکن اِس سے واقف نہیں تھی۔ دنیا میں ہر بچہ اسلام پر پیدا ہوتا ہے۔ بد قسمتی سے بہت لوگ اس بات کو سمجھ نہیں پاتے اور طرز زندگی اور مذہبی چکروں میں گم ہو جاتے ہیں۔ میرے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا' میں گمراہ ہو گئی کیونکہ میرا ماحول جس نے میری تربیت کی' مجھے شروع سے یہ بتایا کہ میں عیسائی ہوں تاہم خالق کائنات کو اپنے بندوں کی گمراہی اور نقصان پسند نہیں۔ میرے دل میں سچ دریافت کرنے کی جو تڑپ تھی وہی میری رہنما بن گئی اور اللہ رب العزت نے میری رہنمائی کی۔

اسلام کے ساتھ میرا پہلا تعارف یونیورسٹی میں ہوا۔ رمضان المبارک کا مہینہ تھا اور ہم سب کو جمعہ کی نماز میں شرکت کی دعوت دی گئی۔ یہاں میری ایک مسلمان خاتون سے ملاقات ہوئی جس نے مجھے اپنے گھر کھانے کی دعوت دی۔ میں نے اس کی دعوت میں شرکت سے انکار کر دیا کیونکہ یہ سب مجھے بے حد اجنبی لگا۔ میں نے دوسرے امریکیوں کی طرح اسلام کے بارے میں بہت کچھ فرض کر لیا تھا اور اس "اسٹیریو ٹائپ اسلام" ہی کو درست سمجھتی تھی۔ میں صحیح اسلام کا علم حاصل کرنے کے لئے ذہنی طور پر تیار نہیں تھی۔ اسلام کے بارے میں شعور حاصل کرنے کا دوسرا موقع مجھے اپنے گھر کے قریب واقع ٹیکنیکل کالج میں زیر تعلیم چند عرب مسلمانوں سے دوستی کی شکل میں ملا۔ یہاں پہلی مرتبہ مجھے اسلامی طرزِ زندگی کا مشاہدہ کرنے کا موقع ملا اور مجھے یہ جان کر حیرت ہوئی کہ وہ ایسی دعوتوں میں نہیں جاتے تھے جہاں شراب پی جاتی یا جنسی بے راہ روی عام ہوتی۔ یہ دیکھ کر حیران ہوتی کہ وہ دن میں کئی مرتبہ کس طرح نماز پڑھتے تھے۔ پورا مہینہ روزے رکھنا بھی بے حد عجیب اور حیرت انگیز لگتا اور میں سوچتی کہ آخر ان کے جسم میں کیسی روح ہے؟ میں اب تک خود کو اسلام پر ایک "امریکن اتھارٹی" تصور کرتی تھی لیکن بہت جلد مجھے اندازہ ہو گیا کہ میں اسلام کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتی' میں محض ایک تماشائی تھی اور اپنے سامنے ہونے والے تماشے کا بھی کوئی شعور نہیں تھا' میں تنگ نظر تھی اور خود کو روشن خیال سمجھتی تھی۔

میں اس زمانے میں مالی اعتبار سے بے حد آسودہ حال تھی۔ یہ اور بات ہے کہ میرا دماغ اور میرا دل بے چین رہتا تھا' بے سکونی اور بے اطمینانی میری زندگی کا حصہ بنی ہوئی تھی۔ میں روحانی اعتبار سے بے حد کمزور تھی اور اپنے افعال اور اعمال پر مجھے کوئی کنٹرول نہیں تھا۔ مالی آسودگی اور خوشحالی زندگی کا مقصد تھی۔ میری عمر ۲۳ سال تھی کہ میری والدہ کا انتقال ہو گیا مجھے ان کے مرنے کا بے حد صدمہ ہوا اور مجھے احساس ہوا کہ ساری دولت' گھر' اعلیٰ تعلیم' کاریں' زیورات' اور تمام عیش و آرام میرے لئے بے قیمت ہو کر رہ گیا۔ یہ ایسا موقع تھا جب مجھے بڑی شدت سے احساس ہوا کہ ہم اپنے خالق کائنات کو کس طرح فراموش کئے ہوئے ہیں اور غفلت کی زندگی گزار رہے ہیں۔ میں یہ سوچنے پر مجبور ہو گئی کہ میری ماں نے جو زندگی گزاری وہ رائیگاں چلی گئی۔ آخر اس نے دنیا میں کیا حاصل کیا؟ کیا انسان کی زندگی کا مقصد صرف یہ ہے کہ وہ عیش اور آرام کے حصول کے لئے جدوجہد کرے اور ناجائز طریقے سے اپنا مقصد حاصل کرنے کی کوشش کرے۔ یہیں سے میں نے خالق کائنات کے ساتھ اپنے تعلق پر غور کرنا شروع کیا اور میرے قلب کی دنیا اللہ تعالیٰ کے لئے وسیع ہو گئی۔ اس احساس کو بیان کرنا میرے لئے بڑا مشکل ہے جو دل کے اندر اللہ تعالیٰ کو موجودگی اور قربت کا شعور بخشتا ہے' جب میں نے اس تنگ نظری سے نجات حاصل کر لی جو جدید طرز زندگی نے میرے ذہن پر مسلط کر لی تھی تو میرے دل و دماغ کے دروازے کھل گئے اور اسلام کے بارے میں ہر چیز میری سمجھ میں آنے لگی۔ جب میرے سامنے کوئی آیت پڑھی جاتی تو میں یہ سوچ کر حیران ہوتی کہ میں تو پہلے ہی اس بات پر یقین رکھتی تھی اور اسے درست سمجھتی تھی پھر کیا وجہ تھی کہ میں نے اسلام قبول کرنے میں اتنی دیر لگائی۔ پہلے مجھے اسلامی طرزِ عبادت' ثقافت اور طریقے بے حد عجیب لگتے تھے لیکن اسلام قبول کرنے کے بعد ہر طریقے کے پس منظر میں پوشیدہ فلسفہ میری سمجھ میں

نادہندہ فیکٹری مالکان سے قرضوں کی وصولی؟

تحریر : رشید عمر' امیر حلقہ پنجاب غربی

تنظیم اسلامی حلقہ پنجاب غربی کے امیر و رکن شوریٰ محمد رشید عمر نے اپنے ایک بیان میں حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ کارخانے اور کاروباری ادارے جن کے نام نادہندگان کی فہرست میں شامل ہیں۔ ان کے ذمے جو رقم واجب الادا ہے۔ ان قرضوں کو معاف کرنے کی بجائے قرضوں کی مالیت کے برابر متعلقہ فیکٹری یا ادارے کے ملازمین کو اس ادارے کے حقوق ملکیت منتقل کر کے اس میں حصہ دار بنا دیا جائے۔ ہر ادارے میں ایسے ملازمین کا ایک نمائندہ بورڈ بنا دیا جائے جو مالکان کے ساتھ بطور حصہ دار کام کو چلائے۔ کسی بھی ادارے میں ملازمین اس ادارے میں خام مال کی آمد' تیار مال کی پیداوار اور مارکیٹ میں اس کی کھپت سے باخبر ہوتے ہیں۔ اس طرح سرمایہ دار مالکان کو گھپلے بازی اور من مانی کرنے سے روکا جا سکے گا۔ محنت کشوں میں اعتماد پیدا ہو گا جو کہ پیداوار میں اضافہ کی شکل میں ظاہر ہو گا۔ اس سے حکومت کو قرضے کی رقوم اقساط کی صورت میں وصول ہونے میں بہتری پیدا ہو سکتی ہے۔ جبکہ ٹیکسوں کی وصولی کے نتیجے میں حکومتی آمدنی میں مزید اضافہ بھی ہو گا۔

اس سلسلے میں قانونی پیچیدگی اور شراکتی ملازمین کے لئے تعلیم اور تجربہ کی بنیاد پر معیار مقرر کرنے کے لئے ماہرین کا ایک بورڈ تشکیل دیا جا سکتا ہے۔ اگر یہ انقلابی قدم اٹھا لیا جائے تو پھر ملکی وسائل کا ارتکاز جو کہ اب ۴۶ خاندانوں تک محدود ہو کر رہ گیا ہے' وہ چار کروڑ ساٹھ لاکھ افراد تک پھیل جائے گا اور صنعتی پیداوار میں انقلابی انداز میں اضافہ کا دروازہ کھل جائے گا۔

وہ ادارے جن کو چلانے کے لئے سرمایہ موجود نہیں ہے انہیں مزید قرضہ دیا جائے اور ساتھ ہی ملازمین کو اس رقم کے برابر ادارے میں شراکت دے دی جائے۔ ملازمین جب حصہ دار ہونے کی شکل میں مالکان کا ہم پلہ بن جائیں گے تو پھر مالی معاملات میں کسی قسم کی دھاندلی ممکن نہ رہے گی۔ انہوں نے کہا کہ ملازمین یہ شراکتی حصہ فروخت نہیں کر سکیں گے بلکہ وہ اپنے حصہ کے مطابق صرف منافع کے حق دار ہونگے۔ اگر کوئی ملازم ادارہ کو چھوڑ جائے تو وہ شراکتی حصہ نئے ملازم کو منتقل ہو جائے گا۔ شراکتی حصہ کو استعمال کرنے والا کوئی ملازم میسر نہ ہو تو یہ شراکتی حصہ مزدوروں کے بہبود فنڈ میں منتقل کر دیا جائے۔

آنے لگا۔ میں گھنٹوں بیٹھی قرآن مجید کا مطالعہ کرتی اور مجھے یوں محسوس ہوتا کہ شاید میری پیاس کبھی نہیں بجھے گی اور میرا دل کبھی سیر نہیں ہو گا۔ میں نے ایک مسلمان کے ساتھ شادی کر لی۔ میرا خاندان نہ صرف میری شادی کا مخالف تھا بلکہ وہ میرے نئے طرزِ زندگی کو قبول کرنے کو بھی تیار نہیں تھا۔ میں جہاں ملازمت کرتی تھی وہاں میری ایک ساتھی لڑکی نے مجھ سے پوچھا کہ آخر تم نے کیسے یسوع مسیح کو ترک کر دیا۔ میں تو یسوع مسیح سے بہت محبت کرتی ہوں۔ میرے جواب نے اس کو پریشان کر کے رکھ دیا۔ میں نے کہا "اسلام یسوع مسیح سمیت کسی نبی کو بھی ترک نہیں کرتا۔ ایک مسلمان یسوع مسیح سے اتنی ہی محبت کرتا ہے جتنی کوئی عیسائی کر سکتا ہے لیکن اسلام نے یسوع مسیح کا اصل درجہ ہمیں بتا دیا ہے کہ وہ اللہ کے پیغمبر تھے اور اللہ کا پیغام ایک آسمانی کتاب کی شکل میں دنیا کی رہنمائی کے لئے لے کر آئے تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات اسلام کی تعلیمات تھیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں ایک ہی قدر مشترک ہے اور وہ یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے اور پیغمبر تھے اور ان کا راستہ اسلام کا راستہ تھا۔ بطور مسلمان ہم تحقیق اور تجسس کا راستہ بند نہیں کرتے"۔

اسلام قبول کرنے کے باوجود میرا حق کی تلاش کا عمل مکمل نہیں ہوا بلکہ جاری ہے۔ مغربی کلچر اسلام کا شعور حاصل کرنے سے روکتا ہے اور غفلت کی زندگی گزارتے رہنے کی تلقین کرتا ہے۔ مغرب میں مسلمانوں کو بنیاد پرست اور دہشت گرد کہا جاتا ہے' ان کا مذاق اڑایا جاتا ہے' ان کی توہین کی جاتی ہے لیکن ان سب باتوں کا جواب محبت اور شائستگی سے دینا مسلمانوں اور اسلام کا طرۂ امتیاز ہے۔ اسلام صبر کرنا سکھاتا ہے' جس شخص میں صبر نہ ہو وہ اچھا مسلمان نہیں بن سکتا۔ اگر مجھ کو اسلام کا راستہ دکھانے والوں میں صبر نہ ہوتا تو میں کبھی اسلام قبول نہ کرتی۔ تمام مسلمانوں کو میرا پیغام یہ ہے کہ وہ محبت' شائستگی اور اعلیٰ اخلاق کا نمونہ بن جائیں۔

(بشکریہ: روزنامہ "امت" کراچی' ۲۸/اگست ۹۸ء)

"اس کی سیرت ہے مشعلِ ہستی"

بحضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم

—— حافظ لدھیانوی ——

میرے شعروں میں جو اجالا ہے
ان میں سرکار کا حوالہ ہے
وہ بڑھاتا ہے عظمتِ سائل
اس کا انداز کیا نرالا ہے
اس کی سیرت ہے مشعلِ ہستی
اس کا ہر خیر میں حوالہ ہے
خود سے واقف نہ تھا کوئی انساں
کہ وہ سارے جہاں سے بالا ہے
ضبط دشوار تھا حضوری میں
بڑی مشکل سے دل سنبھالا ہے
ہر گھڑی منزلِ عدم کی طرف
کارواں کوچ کرنے والا ہے
نعت حافظ میں ہے تغزل بھی
اس نے اسلوب کیا نکالا ہے

دعائے صحت!

تنظیم اسلامی حلقہ سندھ و بلوچستان کے امیر جناب سید نسیم الدین کا حال ہی میں بائی پاس آپریشن ہوا ہے۔ قارئین سے التماس ہے کہ وہ ان کی صحت کاملہ کے لئے خصوصی دعا کریں۔ (ادارہ)

معروف نعت گو شاعر حافظ لدھیانوی مسلسل علیل ہیں قارئین سے دعائے صحت کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

نامے میرے نام

جناب امیر محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب

السلام علیکم ورحمہ اللہ وبرکاتہ۔

جناب محترم: خادم کی طرف سے پرخلوص مبارک باد قبول فرمائیے کہ آپ کی مساعی جمیلہ و حسنہ بار آور ہوئی اور قرآن مقدس اور سنت رسول ﷺ کو ملک کا سپریم لاء بنانے کا فیصلہ ہوا۔ بفضل تعالیٰ اس سے خیر ہی بر آمد ہو گی۔ چاہے جس جست سے بھی یہ اعلان کیا گیا۔

کاش سب دینی جماعتیں آپ کا ساتھ دیتیں تو اب تک قانون اسلامی کا نفاذ ہو چکا ہوتا۔ ریڈیو' ٹی وی سب کو مسلمان کر دیا گیا تو حکومت کو مخلص مانا جائے گا کیونکہ سود کا خاتمہ مکمل شرط ہے وگرنہ تو قرارداد مقاصد' ۱۹۵۶ء کے آئین اور ۱۹۷۳ء کے آئین کو مکمل اسلامی مانا گیا' اصل کام تو نیک نیتی سے نفاذ کا ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت و مسرت بھری عمر دراز نصیب فرمائے۔ تاکہ جناب اپنی زندگی میں اس کا عملی نفاذ بھی دیکھ سکیں۔ جناب محترم کی یہ کوشش کہ پاکستان' افغانستان و ایران کنفیڈریشن قائم ہو' ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حضور اس کو بھی شرف قبولیت نصیب ہو۔ کم از کم اس کنفیڈریشن کے تین امور یعنی امور دفاع' خارجہ اور بیرونی لین دین کی ایک کرنسی ہو۔

آپ کا مخلص' محتاج دعا

احسان الحق عفی عنہ

دہلی دواخانہ' منڈی بہاؤ الدین

اپنے خالق سے بے پرواہ لوگ!

—— تحریر : شیخ جابر ——

شدید گرمیوں کے بعد مون سون کی ہواؤں اور بارشوں سے موسم بہت خوشگوار ہو گیا تھا۔ آسمان پر گہرے بادل ہلکورے لے رہے تھے' زمین پر ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں چل رہی تھیں۔ گاہے گاہے پڑنے والی پھوار نے مٹی کی سوندھی خوشبو کو ہر سو پھیلا دیا تھا۔ میں ایک نسبتاً سنسان سڑک پر چل رہا تھا۔ دفعتاً میری نظر کبوتروں کے ایک جوڑے پر پڑی۔ یہ سڑک کے کنارے مٹرگشت میں مصروف گردنیں ہلاتے "غٹرغوں... غٹرغوں" کرتے دانا دنکا تلاش کرتے بہت خوبصورت لگ رہے تھے۔ میں نے سوچا کہ کیا کبوتر اس سے بھی خوبصورت ہو سکتے ہیں۔ اگر ان کا رنگ آسمان کی طرح نیلا ہوتا تو؟ کیا یہ اور زیادہ خوبصورت لگتے؟ میں نے اپنے تخیل کو آواز دی اور کبوتوں کو نیلا دیکھا' لیکن مجھے نیلے رنگ کے کبوتر بالکل اچھے نہ لگے' پھر میں یکے بعد دیگرے رنگ بدلتا چلا گیا ~

قاسم عجیب سلسلہ رنگ و نور تھا
تصویر گام گام بدلتی چلی گئی

رنگ و نور اور تصویریں تصور میں بدلتی چلی گئیں' لیکن اس سے بہتر رنگ کے کبوتروں کا میں تصور بھی نہ کر سکا۔ پھر میں نے سوچا کہ ان کی جسامت' پروں کی بناوٹ' شکل و شباہت کیا کسی چیز میں تبدیلی لا کر کبوتروں کے موجودہ نمونے کو بہت زیادہ نہیں تو کچھ نہ کچھ بہتر کرنا ممکن ہے؟ میں نے جتنا غور کیا اتنا ہی میرے ذہن نے نفی میں جواب دیا۔ پھر میرا دل اللہ تبارک و تعالیٰ کے "احسن الخالقین" ہونے کے احساس سے لبریز ہو گیا۔ میں پکار اٹھا کہ ایسے بے عیب پرندوں کا خالق خود کتنا بے عیب اور مکمل ہو گا۔ ایسے خوبصورت پرندوں کو بنانے والا خود کتنا خوبصورت ہو گا۔ (اللہ جمیل ' ویحب الجمال)(اللہ خوبصورت ہے' اور خوبصورتی کو پسند کرتا ہے"۔ اللہ تعالیٰ نے ہماری زمین کو' اس کہکشاں کو' اس کائنات کو بہت خوبصورت بنایا ہے۔ یہ اس کی خوبصورتی ہی ہے کہ یہ ایک مکمل دنیا ہے۔ ہمیں یہاں رہتے ہوئے صدیاں گزر چکی ہیں لیکن کبھی کسی انسان کو یہ خیال نہ آیا کہ اس دنیا میں فلاں فلاں چیز کی کمی ہے' یا یہ کہ فلاں فلاں چیز میں فلاں کمی پائی جاتی ہے۔ ایسا کبھی نہیں ہوا۔ ہر شخص کے لئے یہ ایک مکمل دنیا ہے۔ انسان جو سوچتا ہے' جو سوچ سکتا ہے' اس سب کے امکانات یہاں موجود ہیں۔ بس کسی پزل (PUZZLE) کے ٹکڑوں کی طرح بکھرے ہوئے ہیں' انہیں تلاش کر کے جوڑ کر تصور کو تصویر بنایا جا سکتا ہے وہ جو کہتے ہیں ناں' جوئندہ یابندہ۔ ع "ڈھونڈنے والے کو ہم دنیا بھی نئی دیتے ہیں"۔

ذرا غور کیجئے کتنی حیرت انگیز بات ہے' ساری انسانی تاریخ کھنگال لیں۔ کسی انسان' کسی گروہ کو کبھی یہ احساس نہیں ہوا کہ وہ ایک نامکمل دنیا میں رہ رہے ہیں۔ اس میں فلاں فلاں شے کی کمی ہے۔ تاریخ سے یہ تو پتا چلتا ہے کہ انسان نے وحی الٰہی کی راہنمائی کو نظرانداز کرتے ہوئے اپنے تئیں اپنے معاشرتی' معاشی' سیاسی' نفسیاتی غرض مختلف مسائل کے حل کے لئے غور فکر کیا' کوشش کی' لیکن یہ کبھی نہیں ہوا کہ کوئی انسان کبھی اس فیصلے پر پہنچا ہو چونکہ اس دنیا میں فلاں فلاں کمی پائی جاتی ہے لہٰذا انسانی مسائل لاینحل ہیں۔ مثال کے طور پر مشہور فلسفی اور ریاضی دان لیبنز (G.W.Leibinz) کا پختہ یقین تھا کہ

The world is gorverned by a perfect God, hence must be the best of all possible Worlds. (*Brittannica,CD*)

"دنیا پر کامل خدا کی حکمرانی ہے' لہٰذا اسے لازماً تمام ممکنہ دنیاؤں سے بہتر ہونا چاہئے"۔

اللہ تبارک و تعالیٰ عزوجل کی بنائی ہوئی اس دنیا میں ہر تخلیق حرفِ آخر نظر آتی ہے۔ یہاں کوئی "کوما" نہیں ہے "فل اسٹاپ" ہے۔ ہمیں یہاں کوئی جدید ایڈیشن نظر نہیں آتا۔ انسان کی بنائی ہوئی ہے ہر چیز میں کوئی نہ کوئی خامی' کوئی نہ کوئی کمی اور کوئی کسر ضرور باقی رہ جاتی ہے' جسے وہ خود یا بعد میں آنے والے دور کرتے ہیں اور یہ سلسلہ کہیں رُکتا نہیں بلکہ چلتا رہتا ہے۔ ایسا ممکن نہ تھا کہ انسان ابتدا میں ہی ٹرانسیٹر یا سیلولر فون ایجاد کر لیتا۔ یہ بعید از قیاس تھا کہ انسان کیلنڈر کی طرح دیوار پر لٹکائے جانے والا یا دستی گھڑی جیسا ٹیلی وژن بنا لیتا۔ انسان یہاں تک کئی مرحلوں میں پہنچا ہے اور

گر یونہی ہوتا رہا رد و بدل
ایک دن دنیا نئی ہو جائے گی

دنیا نئی ہوتی ہی آئی ہے اور نئی ہوتی ہی رہے گی لیکن جب ہم اللہ تبارک و تعالیٰ کی بنائی ہوئی چیزوں کو دیکھتے ہیں تو وہ مکمل نظر آتی ہیں۔ ایسا نہیں ہے جیسا کہ نظریہ ارتقاء میں بیان کیا جاتا ہے۔ انسان نے شروع سے ہی کبوتر کو اسی شکل میں دیکھا ہے۔ ایسا نہیں ہوا کہ ابتداء میں کبوتروں کا کوئی کم تر ایڈیشن ہو جو اب ترقی کرتے کرتے موجودہ شکل تک پہنچا ہو۔

میں ان ہی سوچوں میں غلطاں و پیچاں تھا کہ قریب ہی سے ایک سالخوردہ ٹرک (پرانا) پر شور آوازیں نکالتا اور سیاہ و کثیف دھواں چھوڑتا گزرا۔ میں نے سوچا کہ اس مکمل اور خوب صورت دُنیا کو ہم انسان تباہ کر رہے ہیں۔ کہیں دھواں چھوڑنے والی گاڑیاں اور ملیں بنا کر تو کہیں ایٹم بم اور ہائیڈروجن بم بنا کر۔

یہ دُنیا مکمل اور خوبصورت ہے کیونکہ یہ اپنے بنانے والے کے متعین کردہ قوانین پر عمل پیرا ہے۔ اتنی وسیع و عظیم کائنات میں یہ صرف انسان ہی ہے جو دیئے گئے اختیارات کا غلط فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے بنانے والے کی منشاء کے خلاف عمل کرتا ہے' اور اپنی موجودہ دُنیا اور آنے والی دُنیا یعنی آخرت میں نقصان اٹھاتا ہے۔

یہ مکمل دُنیا ہمارے لیے یعنی صرف اور صرف حضرت انسان کے لیے ہے' ہمیں اس سے بھرپور استفادہ کرنا چاہئے۔ لیکن اس پیغام پر کان دھرنا بھی بے حد ضروری ہے جو یہ دُنیا خاموش زبان سے ہر وقت ہر انسان کو دے رہی ہوتی ہے۔

وہ پیغام یہ ہے کہ اس مکمل دُنیا کو دیکھتے ہوئے' پاتے ہوئے' اس مکمل دُنیا کے خالق و مالک کو پالو۔ اس دُنیا کا مقصد ہی یہ ہے کہ اس کے ذریعے ہم اس کے بنانے والے تک پہنچ جائیں۔ کتنے عجیب ہیں وہ لوگ جو اس مکمل دُنیا میں تو رہتے ہیں' اسے استعمال تو کرتے ہیں' لیکن اس کے بنانے والے سے بے پروا رہتے ہیں۔ دُنیا اور دُنیا کی چیزوں سے تو خوب خوب واقف ہیں' لیکن دُنیا بنانے والے کی صفات جن لوگوں پر آشکارا نہیں ہو پاتیں۔ خوب صورت پرندے دیکھ کر انہیں خیال نہیں گزرتا کہ اللہ تعالیٰ خود کتنا خوب صورت ہو گے۔ رات کے اندھیرے کو صبح کی سپیدی میں بدلتے دیکھ کر خیال نہیں آتا کہ اندھیرے کو اُجالے میں بدلنے والا اللہ تعالیٰ کتنا زبردست ہے۔ ماں کی ممتا ہمیں یہ احساس نہیں دلاتی کہ ستر ماؤں سے زیادہ چاہنے والے ہمارے رب نے ہمارے لیے کیسی کیسی آسائشیں مہیا کر رکھی ہیں۔ وہ کس کس طرح ہمارے کام آتا ہے اور ہماری بگڑی بناتا ہے۔ ہم ہیں کہ غفلت میں پڑے ہیں۔ اس غفلت سے جگانے والی موت ہمارے بہت ہی نزدیک ہے۔ اے کاش! کہ ہمیں اس کا ادراک ہو جائے۔

چلے چلو کہ وہ منزل ابھی نہیں آئی

قرآن ہال سرگودھا میں سہ روزہ خطباتِ خلافت

تنظیم اسلامی حلقہ پنجاب غربی کے زیر اہتمام اس مرتبہ سات روزہ پروگرام ۲۴ سے ۳۰/اگست تک سرگودھا میں منعقد ہوا۔ رفقاء تنظیم اسلامی فیصل آباد پروگرام میں شرکت کے لئے ۲۴/اگست کو سرگودھا پہنچے جہاں سرگودھا' میانوالی اور حلقہ کے دیگر علاقوں سے آئے ہوئے رفقاء نے اجتماعی طور پر دعوتی کام کیا۔ امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ نے "خطباتِ خلافت" کے عنوان سے تین خطبات دیئے۔ ۲۸/اگست کو "خلافت کی حقیقت اور اس کی تاریخ" کے موضوع پر خطاب کیا۔ ۲۹/اگست کو خطاب کا عنوان "موجودہ دور میں خلافت کا دستوری' سیاسی' معاشی اور معاشرتی ڈھانچہ" تھا جبکہ ۳۰/اگست کو "قیامِ خلافت کا عملی طریقۂ کار" موضوع بحث تھا۔ رفقاء نے چار دن بھرپور دعوتی کام کیا۔ مختلف بازاروں' دکانوں اور مساجد میں عوام الناس تک اس پروگرام کو متعارف کروایا۔ مختلف تعلیمی اداروں کے اساتذہ کرام' پروفیسر صاحبان اور ائمہ مساجد کو بھی اس میں شرکت کی دعوت دی گئی۔

یہ پروگرام سرگودھا میں نو تعمیر شدہ عظیم الشان قرآن ہال میں منعقد ہوا۔ حاضرین کی تعداد کی کثرت کے پیش نظر قرآن ہال کے (Basement) میں واقع ہال میں بھی شائقین کے لئے کلوز سرکٹ ٹی وی کا بندوبست تھا' اسی طرح کا انتظام قرآن ہال کی چھت پر بھی کیا گیا تھا۔

۲۸/اگست : خلافت کی حقیقت اور اسکی تاریخ

امیر حلقہ محمد رشید عمر نے سٹیج سیکرٹری کے فرائض سرانجام دیئے۔ پروگرام کا آغاز حافظ محمد ارشد کی تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ امیر محترم کو سٹیج پر تشریف لانے کی دعوت دی گئی۔ حاجی اللہ بخش نے سرگودھا میں تنظیم اسلامی اور انجمن خدام القرآن کی دعوت سرگرمیوں کا تعارف پیش کیا۔ ملک احسان الٰہی نے علامہ اقبال کے چند اشعار پیش کئے۔ امیر محترم نے اپنی گفتگو کا آغاز سورۂ ص اور سورۃ النور کی آیات سے کیا۔ انہوں نے کہا کہ خلافت دراصل حاکمیت کی ضد ہے۔ تاریخ کا فلسفہ یہ ہے کہ ازل سے خیر و شر کے درمیان کشمکش جاری ہے جسے ہم انسانی حاکمیت اور انسانی خلافت کے درمیان کشمکش کا نام دے سکتے ہیں۔ دراصل انسان حاکم نہیں ہے بلکہ وہ خلیفہ ہے

سروری زیبا فقط اُس ذاتِ بے ہمتا کو ہے
حکمراں ہے اِک وہی باقی بتانِ آزری

امیر محترم نے خلافت کی حقیقت پر گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ ختم نبوت سے پہلے خلافت شخصی تھی۔ گویا جب تک نبوت جاری تھی وقت کا نبی ہی خلیفہ ہوتا تھا۔ شخصی خلافت کے ساتھ ساتھ شخصی آمریت بھی چلی آرہی تھی۔ چنانچہ حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی شخصی خلافت کے ساتھ ساتھ فرعون اور نمرود کی شخصی بادشاہت بھی موجود تھی۔ نبوت کے خاتمے کے بعد خلافت مسلمانوں کے لئے ایک اجتماعی ادارے کی شکل اختیار کر گئی۔ امیر محترم نے کہا کہ جس طرح خلافت شخصی سے اجتماعی ادارے کی شکل میں آئی تو ساتھ ہی شیطان نے جمہوریت کا لبادہ اوڑھا کر ملوکیت اور انسانی حاکمیت کے تصور کو نئے رنگ میں لوگوں کے سامنے پیش کر دیا۔ جمہوریت میں عوام کی حاکمیت کو تسلیم کیا جاتا ہے جو کفر ہے۔ خلافت کی تاریخ کے بارے میں انہوں نے کہا کہ نبوت کے بعد خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کا دور آیا۔ خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کا یہی دورِ سعید ایک مرتبہ پھر آئے گا۔ چنانچہ جب تک پوری دنیا میں اللہ کا دین غالب نہیں ہو جاتا اُس وقت تک حضورؐ کے مقصد بعثت کی تکمیل نہیں ہوگی۔

۲۹/اگست : "عہد حاضر میں خلافت کا دستوری' سیاسی' معاشی اور معاشرتی ڈھانچہ"

امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ نے کہا کہ اگر آج اللہ تعالیٰ ہمیں یہ توفیق دیتا ہے کہ ہم خلافت کا نظام قائم کر دیں تو پھر اس خلافت کا دستوری' سیاسی' معاشی اور معاشرتی ڈھانچہ کیا ہوگا۔ انہوں نے کہا کہ دستوری سطح پر قرآن و سنت کی بالادستی ہوگی اور اس کے خلاف کسی قسم کی بھی قانون سازی نہیں کی جاسکے گی۔ معاشی ڈھانچہ پر گفتگو کرتے ہوئے امیر محترم نے کہا کہ جس چیز میں بھی سود کا شک ہو اسے ترک کرنا ہوگا۔ انہوں نے کہا کہ معاشی نظام کے دو پہلو ہیں۔ ایک قانونی اور دوسرا اخلاقی۔ قانونی سطح پر ہر شخص اپنی جائیداد اور مال و اسباب کا نہ صرف مالک ہے بلکہ اسے وراثت میں منتقل کرنے کے اختیارات بھی رکھتا ہے لیکن روحانی سطح پر ہر چند کا مالک و آقا صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ اس معاملہ میں لوگوں کو ترغیب دی جاسکتی ہے لیکن اسے جبراً نافذ نہیں کیا جاسکتا۔ معاشرتی ڈھانچے کے متعلق انہوں نے کہا کہ اسلام میں مرد اور عورت کا دائرہ کار علیحدہ علیحدہ ہے۔ اسلام ایک ایسا معاشرہ تیار کرنا چاہتا ہے جس میں مرد اور عورت کے آزادانہ میل جول کے تمام راستے بند ہوں۔ مرد کی ذمہ داری اپنے گھر کی حفاظت اور بیوی بچوں کی کفالت کی ہے جبکہ عورت اپنے گھر اور اپنی اولاد کی نگہداشت کی ذمہ دار ہے تاہم ضرورت کے تحت عورت بھی ناگزیر حالات میں اسلام کی پابندیوں کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے معاشی جدوجہد میں حصہ لے سکتی ہے۔

۳۰/اگست: قیامِ خلافت کا عملی طریق کار

امیر محترم نے کہا کہ انسانی جدوجہد کے نتیجہ میں خلافت کا نظام صرف ایک مرتبہ قائم ہوا ہے۔ مختلف انبیاء کو اللہ تعالیٰ نے کئی ایک معجزات عطا کئے لیکن حضورؐ کو صرف ایک ہی دائمی معجزہ قرآن مجید کی شکل میں عطا ہوا۔ اس نظام کے قیام کے لئے حضورؐ اور صحابہ کرامؓ کو عظیم قربانیاں دینا پڑیں' اپنے جگر گوشوں کے خون کا نذرانہ پیش کرنا پڑا۔ لہٰذا اگر ہم بھی خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کے قیام کی جدوجہد کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں لامحالہ سیرت محمدی ﷺ پر عمل کرنا ہوگا۔ حضورؐ نے قرآن کے ذریعے لوگوں کو دعوت دی۔ آپ نے دوسرا کام افراد کی تربیت کا کیا۔ تیسرا کام دعوت قبول کرنے والوں کو منظم کرنا تھا۔ یہ کام آپؐ نے "بیعت" کے ذریعے کیا۔ چوتھا مرحلہ صبر محض کا ہے۔ خود آپؐ اور آپؐ کے ساتھیوں نے بے پناہ تکالیف کا سامنا نہایت صبر و ثبات سے کیا۔ جب آپؐ نے دیکھا کہ تربیت یافتہ لوگوں کی معتدبہ تعداد مہیا ہو چکی ہے تو آپؐ نے نظام باطل کو چیلنج کیا۔ چنانچہ مصلح تصادم کے نتیجہ میں نظام خلافت قائم ہوگیا۔ ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ نے بتایا کہ تنظیم اسلامی اس وقت کس مرحلہ میں ہے! پروگرام کے اختتام پر امیر محترم نے تنظیم اسلامی کے رفقاء اور احباب سے مسنون بیعت لی۔ اس موقع پر ۱۳/ افراد نے تنظیم اسلامی میں شمولیت اختیار کی۔ بعد ازاں سوال و جواب کی نشست ہوئی۔ امیر محترم کی دعا سے اس پروگرام کا اختتام ہوگیا۔

۲۹'۳۰/اگست کی صبح بعد نماز فجر جناب حافظ عاکف سعید نے دروس قرآن دیئے۔ ۲۹/اگست کو صبح دس بجے امیر محترم کی رفقاء کے ساتھ ملاقات طے تھی۔ قبل ازیں چوہدری رحمت اللہ بٹر نے "توکل علی اللہ" کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے رفقاء کے سامنے نہایت دردمندی اور مؤثر انداز میں واضح کیا کہ انہیں فریضہ اقامت دین کی ادائیگی میں کسی مشکل کو آڑے نہیں آنے دینا چاہئے۔ خلوص کے ساتھ جو لوگ اللہ کے دین کی جدوجہد میں لگ جاتے ہیں اللہ ان کی دستگیری فرماتا ہے اور انہیں دنیا کے غم و فکر سے بے نیاز کر دیتا ہے۔ نائب امیر ڈاکٹر عبدالخالق نے کہا کہ رفقاء فرائض دینی کو شعوری طور پر سمجھیں اور اس کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے سنجیدگی سے آگے بڑھیں۔ امیر محترم کے ساتھ ملاقات میں جماعتوں کے امراء اور اسرہ جات کے نقباء نے اپنے اپنے یونٹ کی کارکردگی بیان کی اور اپنے رفقاء کا تعارف کروایا۔ حلقہ اور منفرد رفقاء کے متعلق امیر حلقہ محمد رشید عمر نے امیر محترم کو آگاہ کیا۔ ٹوبہ ٹیک سنگھ کے عتیق الرحمٰن اور فیصل آباد کے نوید احمد نے امیر محترم سے مختلف سوال کئے۔ اس مجلس کے اختتام پر مقامی اخبار کے دو صحافی حضرات نے تقریباً امیر محترم سے انٹرویو لیا۔

(رپورٹ : محمد نعمان اصغر)

"ایران کو بڑے بھائی جیسا رویہ اختیار کرنا چاہئے"

ایران' افغان کشیدگی سے پیدا شدہ صورتحال پر غور کرنے کیلئے بلائی گئی کل جماعتی کانفرنس میں

امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کی شرکت اور خطاب

مرتب : ڈاکٹر عبد الخالق

ایران' افغانستان کشیدگی سے پیدا شدہ صورت حال پر غور کرنے کے لئے بلائی گئی کل جماعتی کانفرنس میں امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کا بیان۔

۲۸ ستمبر ۹۸ء کو اسلام آباد میں پاکستان عوامی اتحاد کے سرپرست جناب نوابزادہ نصراللہ خان نے ایران اور افغانستان کے مابین حالیہ کشیدگی سے پیدا ہونے والی صورت حال کا جائزہ لینے کے لئے پاکستان کی جملہ سیاسی و دینی جماعتوں کی کانفرنس کا اہتمام کیا۔ پاکستان اور اس کے عوام ایران اور افغانستان دو برادر اسلامی ممالک کے مابین حالیہ کشیدہ صورت حال پر الگ تھلگ نہیں رہ سکتے۔ یوں تو ہمسایہ ممالک چاہے وہ غیر مسلم ہی کیوں نہ ہوں ان کے مابین جنگ سے کسی بھی ملک کا متاثر ہونا لازمی امر ہے اور ایسی کسی صورت حال سے بچنے اور بچانے کی تدبیر کرنا خود اپنی سلامتی کے لئے بھی لازم ہو جاتا ہے لیکن جب ہمسایہ ممالک مسلم ہوں اور ان دونوں سے تعلقات بھی ماضی میں انتہائی دوستانہ اور برادرانہ رہے ہوں تو ان کے مابین کشیدہ صورت حال پر تشویش میں مبتلا ہونا لازمی امر ہے۔ قرآن حکیم میں جو ہمارے لئے ابدی ہدایت نامہ ہے سورۃ الحجرات میں مسلمانوں کے دو متحارب گروہوں کے مابین صلح کروانا مسلمانوں کی اجتماعی ذمہ داری قرار دی گئی ہے صلح کروانے کے لئے مسلمانوں کو مذاکرات سے آگے بڑھ کر طاقت کے استعمال کی تلقین کی گئی ہے۔ (تمہید قدرے طویل ہو گئی)۔

اس کل جماعتی کانفرنس میں شرکت کی دعوت دینے کی غرض سے جناب نوابزادہ نصراللہ خان نے امیر تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کو بذات خود دو مرتبہ فون کیا۔ اپنی تمام تر مصروفیات اور دو روز قبل کی شدید مشقت اور اس کے نتیجے میں شدید تھکاوٹ (۲۶ ستمبر کو لاہور کے جلسہ عام میں ڈھائی گھنٹے کی تقریر اور ۲۷ ستمبر کو سوال و جواب کی بھرپور نشست کے نتیجے میں) کے باوجود جناب نوابزادہ صاحب کی ذاتی دعوت اور موضوع کی اہمیت کے پیش نظر امیر محترم نے اس کانفرنس میں شرکت کا فیصلہ کیا۔ تاہم امیر محترم کی گھنٹوں کی تکلیف اور طویل نشست کے نتیجے میں پاؤں میں سوجن ہو جانے کے باعث امیر محترم نے راقم کے توسط سے جزوی شرکت کی اجازت قبل ازیں حاصل کر لی تھی۔ ۲۸ ستمبر نماز فجر کے فوراً بعد بذریعہ سڑک اسلام آباد کے لئے روانگی ہوئی۔ چار گھنٹے کے مسلسل سفر کے بعد ساڑھے نو بجے اسلام آباد پہنچے۔ منزل حسب معمول ظفر الامین صاحب کا گھر تھا۔ ناشتہ سے فارغ ہونے اور Fresh up ہونے کے بعد کانفرنس میں پہنچتے پہنچتے ۱۰ : ۴۵ کا وقت ہو گیا۔ کانفرنس کے آغاز کا وقت تو اگرچہ ۱۰ بجے تھا لیکن ایک گھنٹہ کی تاخیر سے ۱۱ بجے اس کا آغاز ہوا۔ تلاوت قرآن حکیم کے بعد میزبان جناب نوابزادہ نصراللہ خاں نے کانفرنس کے انعقاد کے اغراض و مقاصد بیان کئے۔ موصوف نے ایران اور افغانستان سے پاکستان کے طویل دیرینہ تعلقات کا خلاصہ بیان کیا۔ نیز دو برادر ہمسایہ مسلم ممالک کے مابین کشیدگی جس کا زیادہ تر سبب مختلف غلط فہمیاں بنی ہیں پر اپنی تشویش کا اظہار کیا۔ اس کشیدہ صورت حال میں پاکستانی حکومت اور پاکستان کے عوام جس کی بھرپور نمائندگی اس کانفرنس میں حاضر تھی' کا کیا رول ہونا چاہئے اور کشیدگی کو دور کرنے کے لئے کیا اقدامات کرنے چاہئیں؟ پر مشتمل تجاویز شرکاء کانفرنس کے سامنے رکھیں۔

اس کل جماعتی کانفرنس میں ۳۳ سیاسی و دینی جماعتوں کے سربراہان اور نمائندوں نے شرکت کی۔ حکومتی جماعت مسلم لیگ کی نمائندگی جناب اکرم ذکی نے کی۔ نوبزادہ صاحب کی تقریر کے بعد دیگر جماعتوں کے سربراہان یا نمائندوں کو اظہار خیال و تجاویز پیش کرنے کی دعوت دی گئی۔ سب سے پہلے اکرم ذکی صاحب نے اظہار خیال کیا۔ بعد ازاں نشستی ترتیب کے لحاظ سے باری باری خطاب کا سلسلہ جاری رہا۔ دیگر مقررین کے خطاب کا خلاصہ بیان کرنے سے طوالت کے اندیشے سے اعراض کرتے ہوئے صرف امیر محترم کے مختصر خطاب کا بھی صرف خلاصہ پیش خدمت ہے۔

حمد و ثناء کے بعد امیر محترم نے اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے اعتبار سے افغانستان' ایران اور پاکستان کے خطے پر مشتمل سرزمین کی اہمیت کو حدیث نبویؐ کی روشنی میں بیان فرمایا۔ جزیرہ نمائے عرب کے مشرق میں یہی سرزمین ہے جہاں سے ٹھنڈی ہواؤں کی خوشخبری حضورؐ نے بیان فرمائی۔ نیز یہی وہ علاقہ ہے جو حضورؐ کے دور مبارک میں خراسان کہلاتا تھا جہاں سے ایسے لشکر روانہ ہونے کی نوید حضورؐ نے دی' جو مہدی کی مدد کے لئے روانہ ہوں گے۔

وہ علاقہ جو مستقبل میں اسلام کی نشاۃ ثانیہ اور اسلام کے عالمی غلبہ کے لئے نکتہ آغاز بننے والا ہو۔ وہاں سے متعلق دو برادر مسلم ممالک کے مابین کشیدگی کی حالیہ فضا سے خطہ کے باشعور اور حساس لوگوں کا تشویش میں مبتلا ہونا لازمی امر ہے۔

امیر تنظیم نے کشیدگی کی حالیہ فضا میں ایران کے رول کو تین نکات کے حوالے سے زیادہ اہم اور ذمہ دارانہ قرار دیتے ہوئے فرمایا :

۱۔ ایران کو بڑا بھائی ہونے کے ناطے سے زیادہ ذمہ داری کا ثبوت دینا چاہئے اور چھوٹے بھائی سے اگر کوئی زیادتی بھی ہوئی ہو تو درگزر سے کام لینا چاہئے۔

۲۔ افغانستان میں طالبان کی انقلابی حکومت بالکل ابتدائی دور سے گزر رہی ہے جس کے دوران ابھی توڑ پھوڑ کا عمل جاری ہے۔ حکومت کے استحکام اور اداروں کے منظم اور موثر رول ادا کرنے میں ابھی کچھ وقت درکار ہوگا۔ لہذا طالبان کی حکومت کو ابھی ہنگامی دور میں سمجھتے ہوئے ان کو کچھ allowance دینا چاہئے۔ نیز طالبان کی حکومت اندرون ملک جن مسائل سے دوچار ہے اور پورے ملک میں استحکام کی خاطر جنگ کی سی کیفیت سے دوچار ہے ان حالات میں غلطیوں کے صدور کا امکان کچھ زیادہ ہی ہوتا ہے جبکہ وہاں پر کوئی باقاعدہ فوج بھی موجود نہیں۔

۳۔ او آئی سی کا چیئرمین ہونے کے ناطے بھی اس وقت ایران کو تمام مسلم ممالک میں ایک ممتاز مقام حاصل ہے۔ مسلم امہ کے مسائل کے حل کے لئے تمام مسلمان ممالک کا ایران کی جانب نگاہیں اٹھنا اس منصب کے حوالے سے لازمی امر ہے۔ ایسے میں ایران کو زیادہ ذمہ دارانہ رول ادا کرنا چاہئے اور ہم اس سے اس کی توقع بھی رکھتے ہیں۔

امیر محترم نے مزید فرمایا کہ ہم میں سے ہر ایک کی یہ خواہش ہوگی کہ کشیدگی کی اس فضا کا نتیجہ جنگ کی صورت میں برآمد نہ ہو تاہم اس کے امکانات موجود ہیں۔ ایک تو ہمارا دشمن (مغرب' اسرائیل اور امریکہ) پوری کوشش کرے گا کہ کشیدگی کی یہ فضا نہ صرف قائم رہے بلکہ بڑھے۔ امیر محترم نے اس ضمن میں Hingtington کی کتاب Clash of Civilizations کا حوالہ دیتے ہوئے توجہ دلائی کہ کتاب کے مصنف کے دو مشوروں پر

عمل کرتے ہوئے چین کو اسلامی ممالک سے دور کر دیا گیا ہے اور وہ ہمارے اندرونی اختلافات کو ہوا دینے کی پالیسی پر عمل پیرا ہیں۔ دوسرا خود ایران کے اندر داخلی طور پر بنیاد پرست اور لبرل قوتوں کے مابین تصادم کی سی فضا ہے۔ داخلی انتشار کے خاتمے کے لئے بھی بعض اوقات خارجی تصادم مفید خیال کیا جاتا ہے۔ ان حالات میں جنگ کا حقیقی خطرہ موجود ہے۔ لہٰذا ہمیں حالات کی سنگینی کو محسوس کرتے ہوئے زیادہ موثر کوششیں کرنی چاہئیں۔

امیر محترم کے تجزیئے سے بیشتر حاضرین نے اتفاق کیا۔ جس کا مظہر یہ ہے کہ بعد میں اظہار خیال کرنے والے اکثر مقررین نے امیر محترم کے نکات کا حوالہ بھی دیا اور ان کی تائید بھی۔ خصوصاً جنرل (ر) اسلم بیگ نے اپنی گفتگو میں چار مرتبہ امیر محترم کی گفتگو کا حوالہ دیتے ہوئے ان کے بیان کردہ نکات کی تائید کی۔

دوپہر کے کھانے اور نماز کے وقفہ کے بعد اظہار خیال کا یہ سلسلہ جاری رہا۔

۴ بجے پریس کو کل جماعتی کانفرنس کی قراردادیں جاری کی گئیں نیز نواب زادہ نصر اللہ خان نے موضوع کے حوالے سے مختلف سوالات کے جوابات دیئے۔

کل جماعتی کانفرنس کی قراردادوں کا متن درج کیا جاتا ہے:

کل جماعتی کانفرنس کی قراردادیں

۲۸ ستمبر ۱۹۹۸ء

ملک کی سیاسی و مذہبی جماعتوں کے نمائندوں پر مشتمل کل جماعتی کانفرنس پاکستان عوامی اتحاد کی تجویز پر اسلام آباد میں منعقد ہوئی۔ کل جماعتی کانفرنس نے افغانستان اور ایران کے درمیان کشیدگی سے پیدا ہونے والی صورتحال کا جائزہ لیا۔ کانفرنس کے شرکاء نے درج ذیل امور پر اتفاق کیا۔

۱) ایران اور افغانستان دونوں پاکستان کے اسلامی برادر ہمسایہ ممالک ہیں۔ دونوں ممالک سے پاکستان کے تاریخی' مذہبی اور ثقافتی تعلقات ہیں۔ ایران ابتداء سے پاکستان کی سالمیت اور خوشحالی میں دلچسپی لیتا رہا ہے۔ علاقائی معاہدات' بشمول' آر سی ڈی اور ای سی او کے توسط سے پاکستان اور ایران قریبی حلیف رہے ہیں۔ پاکستانی عوام نے آیت اللہ روح اللہ خمینی کی قیادت میں ایران کے اسلامی انقلاب کا عالمی استعمار کے مقابل عالم اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے نکتہ آغاز کی حیثیت سے خیر مقدم کیا۔ اس وقت ایران اسلامی کانفرنس کی تنظیم (OIC) کا چیئرمین ہے اور اس حیثیت سے ملت اسلامیہ کے اتحاد میں خصوصی اہمیت کا حامل ہے۔

افغان اور پاکستان تاریخی اعتبار سے باہم منسلک ہیں۔ اسلامی افغانستان کے خلاف سوویت یونین کی جارحیت کے بعد پاکستان نے انصار مدینہ کے جذبہ کی تقلید کرتے ہوئے افغان مہاجرین کے لئے اپنی سرزمین پر جگہ دی۔ سوویت یونین کے خلاف جہاد کے دوران تقریباً ۳۵ لاکھ افغان مہاجرین نے پاکستان کو اپنا مرکز بنایا۔ ایران نے بھی لاکھوں افغان مہاجرین کی میزبانی کا فریضہ انجام دیا۔ سوویت یونین کی پسپائی افغان مجاہدین کی عظیم فتح تھی۔

ایران اور افغانستان دونوں سے قریبی روابط کی وجہ سے پاکستان کو دونوں برادر ممالک کے درمیان کشیدگی اور محاذ آرائی کے خدشہ کی موجودہ صورتحال پر تشویش ہے۔

۲) پاکستانی رائے عامہ کی نمائندہ یہ کانفرنس ایران اور افغان رہنماؤں سے اپیل کرتی ہے کہ اپنے اختلافات پرامن طریقہ سے دور کریں۔ اس کانفرنس کا مقصد امن اور مفاہمت کے حق میں پاکستانی عوام کے جذبات ایران اور افغان قیادت تک پہنچانا ہے۔

۳) یہ کانفرنس سمجھتی ہے کہ افغانستان اور ایران کے درمیان مفاہمت اور علاقہ میں پائیدار امن کا قیام پاکستان اور عالم اسلام کے مفاد میں ہے۔ بین الاقوامی طاقتوں کی جانب سے عالم اسلام کے بارے میں جو رویہ اختیار کیا جا رہا ہے اس کے پیش نظر اسلامی کانفرنس کی تنظیم (OIC) اور ECO کی فعالیت ضروری ہوگئی ہے۔ ان دونوں تنظیموں میں ایران اور افغانستان کو شانہ بشانہ کردار ادا کرنا چاہئے اور باہم اختلافات مسلمہ اصولوں کے مطابق مذاکرات کے ذریعہ دور کرنے چاہئیں۔

۴) کل جماعتی کانفرنس فیصلہ کرتی ہے کہ ملک کی تمام جماعتوں کا ایک نمائندہ وفد ایران اور افغانستان کا دورہ کر کے دونوں برادر ممالک کے مابین کشیدگی ختم کرانے میں اور حالات کو سازگار بنانے میں پیش رفت کرے۔

KHALID TRADERS
IMPORTERS – INDENTORS – STOCKISTS & SUPPLIERS OF WIDE VARIETY OF BEARINGS, FROM SUPER – SMALL TO SUPER – LARGE
AUTHORIZED AGENTS NTN BEARINGS

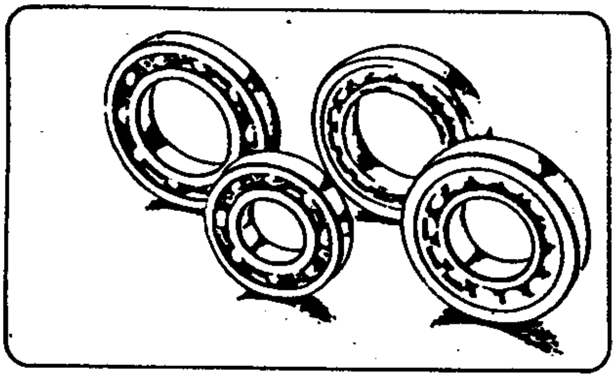

PLEASE CONTACT
TEL : 7732952-7735883-7730593
G.P.O. BOX NO. 1178, OPP KMC WORKSHOP
NISHTER ROAD, KARACHI-74200 (PAKISTAN)
TELEX : 24824 TARIQ PK CABLE : DIMAND BALL FAX : 7734776

FOR AUTOMOTIVE BEARINGS : Sind Bearing Agency 64 A-65, Manzoor Square Noman St. Plaza Quarters Karachi-74400 (Pakistan)
Tel : 7723358-7721172

LAHORE : (Opening Shortly) — Amin Arcade 42, Brandreth Road, Lahore-54000 Ph : 54169

GUJRANWALA : — 1-Haider Shopping Centre, Circular Road, Gujranwala Tel : 41790-210607

WE MOVE FAST TO KEEP YOU MOVING

کاروان خلافت منزل بہ منزل

تنظیم اسلامی لاہور جنوبی کا تنظیمی اجتماع

تنظیم اسلامی لاہور جنوبی کا ماہانہ تنظیمی اجتماع ۴/اگست کو تنظیم کے مقامی دفتر میں منعقد ہوا۔ درس قرآن گلریز اشرف قریشی نے دیا۔ موضوع "حزب اللہ کی خصوصیات" تھا۔ ماہانہ رپورٹ ناظم تنظیم محمد عباس نے پیش کی۔ لاہور جنوبی کے امیر غازی محمد وقاص نے نقبا اُسرہ جات کو تلقین کی کہ وہ دعوتی پروگرام مرتب کریں تاکہ تنظیم اسلامی کے انقلابی فکر کو وسعت دی جا سکے۔ تنظیمی اجتماع میں تفصیلی تعارف کا ایک نیا سلسلہ شروع کیا گیا ہے۔ پہلا تعارف رفیق محترم اسلم قاضی صاحب کا تھا۔ جو معمر ترین اور "پابند نظم" رفیق ہیں۔ وقت کی پابندی ان کا خاصا ہے۔ انہوں نے کہا کہ جب میں نوجوان رفقاء کو تنظیمی و دعوتی سرگرمیوں میں مصروف عمل پاتا ہوں تو خود کو "کم تر" محسوس کرتا ہوں۔ تنظیم اسلامی میں شروع ہی سے شریک ہوں۔ امیر محترم ڈاکٹر اسرار احمد کو میں تب سے جانتا ہوں جب وہ ویٹرنری کالج میں ہفتہ وار درس قرآن کے لئے تشریف لاتے تھے۔ تب یہ معلوم نہ تھا کہ اس "لڑکے" میں کل کا خادم قرآن اور عالم دین "اسرار" بھی پوشیدہ ہے۔

پروفیسر فیاض حکیم صاحب نائب امیر حلقہ لاہور نے کہا کہ لاہور جنوبی اپنے اہداف کے حصول میں پوری طرح سرگرم عمل ہے۔ انہوں نے کہا کہ ذمہ دار حضرات رفقاء کو متحرک کرنے کے لئے اپنی مثال پیش کریں۔

(رپورٹ : ابوالمہتاب چوہدری)

اُسرہ بی بیوڑ ضلع دیر کی دعوتی سرگرمیاں

۱۹/ستمبر کو اُسرہ بی بیوڑ کا چار رکنی قافلہ جس میں راقم کے علاوہ روزی خان' عالم زیب اور قاری نیک شامل تھے' شموڑ گار مسجد پہنچا۔ پروگرام کا آغاز راقم کے درس قرآن سے ہوا۔ روزی خان نے مسجد کے آداب بیان کئے۔ بعد ازاں ایک مذاکرہ ہوا جس میں رفقاء نے دعوتی خطابات کئے۔ گاؤں میں دعوتی گشت میں تنظیم کی دعوت دی گئی۔ نماز عصر کے بعد ممتاز بخت نے "نظام خلافت کیا' کیوں اور کیسے؟" کے موضوع پر خطاب کیا۔ نماز مغرب کے بعد عالم زیب صاحب نے "فرائض دینی کے جامع تصور" پر خطاب کیا۔ نماز عشاء کے بعد قاری نیک محمد نے مسلمانوں پر قرآن مجید کے حقوق کے موضوع پر خطاب کیا۔ (رپورٹ : حسین احمد)

اُسرہ تیمر گرہ کا ایک روزہ پروگرام

اُسرہ تیمر گرہ کے زیر اہتمام ۱۲/ستمبر کو ایک روزہ پروگرام "کوٹو" میں منعقد ہوا۔ یہاں اکثریت جماعت اسلامی کے لوگوں کی ہے اس بنا پر بات سمجھانے میں زیادہ وقت نہیں ہوئی۔ نقیب اُسرہ محمد فہیم صاحب کی قیادت میں احسان الودود' محمد مختار اور راقم پر مشتمل چار رکنی قافلہ مقامی مسجد پہنچا۔ مسجد کے امام و خطیب مولانا ظہیر الدین' جن کا تعلق جماعت اسلامی سے ہے' ملاقات ہوئی۔ راقم نے اپنے ایک روزہ پروگرام سے آگاہ کیا۔ مولانا وسیع علم رکھنے کے ساتھ ساتھ وسیع النظر شخصیت کے مالک بھی ہیں انہوں نے نہ صرف اجازت دی بلکہ ہمارے آنے کو ایک کار خیر اور دینی فریضہ بھی قرار دیا۔

نماز عصر کے بعد محمد فہیم نے "فرائض دینی کے جامع تصور" پر گفتگو کی۔ انہوں نے کہا کہ بحیثیت مسلمان انسان کے تین بنیادی فرائض ہیں۔ خود اسلام پر کاربند ہونا' دین کو پھیلانا یعنی دعوت و تبلیغ' امر بالمعروف و نہی عن المنکر اور شہادت علی الناس۔ اسی کام میں اپنے بہتر اور بیشتر اوقات لگانا اور کھپانا اللہ تعالیٰ کو مطلوب ہے۔ ان ہی لوگوں سے اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ انہیں جنت الفردوس دے گا اور اپنے دیدار سے نوازے گا۔ اگر ان تین مطالبات کو پورا کئے بغیر کسی کے دل میں جنت کی آرزو ہے تو یہ صرف ایک وہم اور خیال ہے۔

پروگرام کی دوسری نشست نماز مغرب کے بعد شروع ہوئی۔ محمد فہیم صاحب نے کہا کہ آج ملک خداداد پاکستان میں چار سو "شریعت' شریعت" کی پکار لگی ہوئی ہے' خصوصاً صوبہ سرحد میں تو یہ آواز کافی عرصہ سے گونج رہی ہے لیکن اکثریت ان لوگوں کی ہے جو شریعت کو قانون کی حد تک چاہتے ہیں۔ محمد فہیم صاحب نے بتایا کہ اصل میں شریعت کے دو Level ہیں ایک قانون شریعت اور دوسرا نظام شریعت ہے' اگر نظام شریعت نہ ہو اور آپ قانون شریعت نافذ کریں گے تو یہ صحیح نہیں ہوگا۔ جس نظام میں عدل اور انصاف نہ ہو' امن اور روزگار نہ ہو' شاہ ولی اللہ کے قول کے مطابق جہاں دو دھاری تلوار چل رہی ہو' جس میں غریب غریب سے غریب تر ہوتا جا رہا ہو' بھوک اور افلاس سے لوگ مرتے جا رہے ہوں۔ ایسے معاشرے میں اگر کوئی شریعت کو صرف قانون کی حد تک نافذ کر دے گا تو یہ زیادتی اور ظلم ہوگا۔ جو نظام کسی کو روزگار نہیں دے سکتا' کسی کی بھوک مٹا نہیں سکتا اسے یہ حق بھی نہیں پہنچتا کہ وہ مجبور لوگوں پر قانون شریعت لاگو کرے۔ یہ انصاف کے منافی ہے۔

نماز عشاء کے بعد مولانا ظہیر الدین سے ایک نشست ہوئی جس میں شریعت بل اور حکومت کا طرز عمل اور سی ٹی بی ٹی پر دستخط پر بھی بات ہوئی۔ اس کے علاوہ طالبان کی موجودہ فتوحات کا بھی ذکر آیا' مولانا اور محمد فہیم کا یہ دلچسپ مکالمہ کافی معلوماتی تھا۔ مولانا نے قہوے سے ہماری تواضع کی جبکہ کھانا بھی مولانا ہی نے کھلایا۔ اگلے روز نماز ظہر کے بعد ایک بار پھر محمد فہیم صاحب نے "حقیقت انسان" کے موضوع پر خطاب کیا۔ محمد فہیم صاحب نے کہا کہ آج انسان مختلف قسم کی مادہ پرستیوں میں جکڑا ہوا ہے۔ بس زیادہ سے زیادہ ایک حیوان نما انسان ہے جو کھاتا' پیتا ہے اور ڈھور ڈنگر کی طرح زندگی بسر کرتا ہے ورنہ انسان کی پیدائش کی غرض و غایت تو خلافت فی الارض تھی۔ لیکن آج کے انسان کو نہ خلافت سے کام ہے اور نہ ہدایت سے غرض بس دنیا ہی میں مگن اور محو ہے۔ سائنس میں تو اتنی ترقی کی کہ چاند تک رسائی حاصل کی لیکن وحی اور ہدایت کی آنکھ پچھلے چار سو سال سے بند ہے گویا آج کی تہذیب یک چشمی تہذیب ہے جس میں آج کا انسان پھنسا ہوا ہے۔ نماز عصر کے بعد "بندہ مومن کی حقیقت" کے موضوع پر بات ہوئی۔ محمد فہیم صاحب نے کہا کہ بندہ مومن کی شخصیت کے ظاہری اور باطنی دو رخ ہیں۔ ظاہری پہلو کے حوالے سے بندہ مومن کی زندگی میں جہاد ہوتا ہے اقامت دین اور غلبہ دین کے لئے جدوجہد اور کوشش ہوتی ہے۔ وہ اس راہ میں شہادت کی موت کو اپنے لئے ایک اعزاز سمجھتا ہے۔ دوسرا رخ باطنی ہوتا ہے یعنی پختہ اور کامل ایمان۔ اس ایمان کی آبیاری کے لئے قرآن مجید کا مسلسل سہارا لیتا ہے ان کی راتیں اللہ تعالیٰ کی یاد میں گزرتی ہیں گویا یہ لوگ رات کے راہب اور دن کے شہسوار ہوتے ہیں۔ اس نشست کے ساتھ ہی ہمارا ایک روزہ پروگرام اختتام کو پہنچا۔ (رپورٹ : شاہ وارث)

بقیہ : منبر و محراب

خلافت ہے۔ اس کے لئے زمان و مکان کا شعور بھی لازم ہے۔ خصوصاً جس علاقے اور جس ملک میں اسلامی انقلاب برپا کرنا مقصود ہو' وہاں کے لوگوں اور طریق انقلاب کے شعور کے بغیر قیادت کا حق ادا نہیں کیا جا سکتا۔

نواز شریف حکومت کی طرف سے سی ٹی بی ٹی پر فوری دستخط نہ کرنے کا فیصلہ خوش آئند اور لائق مبارکباد ہے۔ اس حوالے سے جنرل جہانگیر کرامت کا کردار بھی ملک و قوم کے وسیع تر مفاد کے حوالے سے لائق تحسین ہے۔ پاکستان کے ایٹمی دھماکوں سے مسئلہ کشمیر عالمی سطح پر اجاگر ہو رہا ہے اور یہ بات بھی خوش آئند ہے کہ اب ہندوستان کی حکومت اور وہاں کا دانشور طبقہ کشمیر کو اپنا "اٹوٹ انگ" قرار دینے کے بجائے کشمیر کی متنازعہ حیثیت کو تسلیم کر رہا ہے۔ ایرانی پارلیمنٹ کی طرف سے حکومت ایران کو افغانستان پر حملہ کی اجازت نہ دینے کا فیصلہ بھی ایک نہایت خوش آئند خبر ہے۔ اس سے آگے بڑھ کر دونوں برادر اسلامی ممالک کو اپنے اختلافات باہمی بات چیت کے ذریعے حل کرنے چاہئیں۔

ہفت روزہ ندائے خلافت لاہور | پبلشر: محمد سعید اسعد طابع: رشید احمد چودھری | معاونین برائے مدیر:
سی پی ایل نمبر: 127 | مطبع: مکتبہ جدید پریس۔ ریلوے روڈ' لاہور | ○ مرزا ایوب بیگ ○ نعیم اختر عدنان
جلد ۷' شمارہ ۳۸ | مقام اشاعت: ۳۶۔ کے' ماڈل ٹاؤن لاہور | ○ سردار اعوان
سالانہ زرِ تعاون ۔/۱۷۵ روپے | فون: ۰۳۔۵۸۶۹۵۰۱ | نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

محترم میاں محمد نواز شریف!
اور معزز ارکانِ پارلیمنٹ' جمہوریہ اسلامیہ پاکستان!

پاکستان اِس وقت اپنی تاریخ کے اہم ترین اور فیصلہ کن مرحلے سے گزر رہا ہے اور آپ حضرات ایک مشکل امتحان سے دوچار ہیں۔

✪ کتابِ الٰہی اور سنت رسول ؐ کو ملک کا سپریم لاء قرار دینے کی تجویز اگر ناکام ہو گئی یا اسے واپس لینا پڑا تو یہ اللہ اور رسول ؐ کے ساتھ غداری پر مستزاد علامہ اقبال اور قائد اعظم کے تصورات و اعلانات اور سب سے بڑھ کر خود پاکستان کے قیام کے مقصد کی نفی ہو گی!

✪ لیکن اگر آئین میں پندرھویں ترمیم کی تجویز جوں کی توں منظور ہو گئی تو پاکستان یا تحلیل ہو کر ختم ہو جائے گا یا اگر باقی اور قائم رہا تو از منہ وسطیٰ کے سلاطین کے عہد کی جانب اُلٹی زقند لگالے گا جو ایک دوسرے اعتبار سے قیامِ پاکستان کے مقاصد کی کامل نفی ہو گی۔ یعنی عہد حاضر کی ایک مثالی اسلامی جمہوری فلاحی مملکت کا خواب ختم ہو کر رہ جائے گا۔

الغرض معاملہ ع "ھشدار کہ رہ بر دمِ تیغ است قدم را!" والا ہے!

اس مشکل کا حل یہ ہے کہ :

۱ ۔ مجوزہ دفعہ ۲۔ب (ا) کے ساتھ ہی موجودہ دستور کی دفعہ ۲۲۷ (ا) کے الفاظ بھی شامل کر دیئے جائیں اور بقیہ پورے باب نہم کو ختم کر دیا جائے۔ اس لئے کہ اب فیڈرل شریعت کورٹ کی موجودگی میں اسلامی نظریاتی کونسل کی قطعاً ضرورت باقی نہیں رہی ہے' نیز کونسل اپنا کام بھی پورا کر چکی ہے (اس سے اخراجات میں بھی بچت ہو گی جو فی الوقت بہت اہم ہے)

۲ ۔ مجوزہ دفعہ ۲۔ب کی ذیلی دفعات (۳) اور (۵) کو ساقط کر دیا جائے اور (۴) کو (۳) بنا دیا جائے۔

۳ ۔ موجودہ دستور کی دفعہ ۲۳۹ میں تجویز کردہ تمام ترامیم واپس لے لی جائیں۔

۴ ۔ فیڈرل شریعت کورٹ اور سپریم کورٹ کے شریعت اپیلیٹ بنچ کے ججوں کی شرائط ملازمت ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ کے ججوں کے بالکل مساوی بنا دی جائیں اور ان میں عالم ججوں کی تعداد بڑھائی جائے (جس کے ضمن میں اسلامی نظریاتی کونسل میں شامل مجتہدانہ بصیرت رکھنے والے علماء کی خدمات سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے) —— اور

۵ ۔ فیڈرل شریعت کورٹ کے دائرہ کار پر عائد جملہ تحدیدات ختم کر دی جائیں تاکہ کتاب و سنت کے ملک کے سپریم لاء ہونے کے تقاضے بتمام و کمال پورے ہو سکیں۔

اس کے بعد قانون ساز ادارے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے تقاضے پورے کرنے کے لئے قانون سازی کریں گے اور انتظامیہ ان کی تنفیذ کرتی رہے گی۔ اور اگر کسی قانون پر کسی شہری کو اعتراض ہوا تو وہ اسے فیڈرل شریعت کورٹ میں چیلنج کر سکے گا۔ اور اس طرح تدریجاً اور ہموار انداز میں ملک میں مکمل اسلامی نظام نافذ ہو جائے گا!

الداعی اِلی الخیر: ڈاکٹر اسرار احمد' امیر تنظیم اسلامی و داعی تحریک خلافت پاکستان

"اس اشتہار کی ضرورت بالخصوص اس لئے محسوس ہوئی کہ سننے میں آیا کہ بہت سے لوگوں کو یہ بدگمانی لاحق ہے کہ مجوزہ آئینی ترمیم کے مرتب کئے جانے میں اس عاجز کا بھی کوئی عمل دخل ہے لہٰذا عوام کے علم میں آ جانا چاہئے کہ تنظیم اسلامی اور تحریک خلافت پاکستان مجوزہ ترمیم کے پہلے حصے یعنی قرآن و سنت کو ملک کا سپریم لاء قرار دینے کی تو بھرپور تائید اور حمایت کرتی ہے لیکن اس میں تنفیذ شریعت کا جو طریقہ کار معین کیا گیا ہے' اس کے بعض حصوں سے اعلانِ برأت کرتی ہے۔"